القول المفيد

على الرّد

الجاهل الشّديد

(محمد سعید عمران)



مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک و مختار ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں جس نے ہم میں سے ہی ایک نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا جس نے ہمیں ہدایت کا راستہ دکھایا اور گمراہی اور ضلالت سے بچایا۔

زیرِ نظر الفاظ اس شخص "جاہل الشدید" کا رد ہیں جس نے راقم الحروف پر حضرت معاویہؓ صحابیِ رسول کی شان میں گستاخی کی تہمت لگائی ہے۔ راقم الحروف کا کوئی ایسا نظریہ نہیں ہے کہ معاویہؓ صحابی نہیں تھے اور نہ ہی راقم الحروف ایسی سوچ رکھتا ہے کہ معاویہؓ کی شان میں نعوذ باللہ لعن طعن کرے۔ بلکہ راقم الحروف انہیں مسلمانوں کا ایک اہم حکمران مانتا ہے جس نے رومی سلطنت کے خلاف اس دور میں جب مسلمانوں کی خانہ جنگی جاری تھی نہایت تدبیر کے ساتھ کام لیا اور رومی حکمران مسلمانوں کے سرحدی علاقوں پر حملہ نہ کر سکے۔ وگرنہ وہ دوبارہ ان علاقوں پر تسلط قائم کر سکتے تھے۔

زیرِ نظر الفاظ میں راقم الحروف نے چند اہم اسلاف کا نقطہ نظر حضرت معاویہؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ راقم الحروف کا اپنا تحقیقی منہج اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ بغیر تحقیق کے کسی شخصیت اور خاص کر کسی صحابی کی شخصیت کے بارے میں بھی کوئی الفاظ کہے۔ راقم الحروف کا نقطہ نظر حضرت معاویہؓ کے بارے میں وہی ہے جو نیچے دیے گئے الفاظ میں اسلاف کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے اور اسلاف کی کتابوں کے باقاعدہ حوالہ جات بھی دیے گئے ہیں۔ اب اگر راقم الحروف پر گستاخیِ صحابہ کا الزام لگایا جاتا ہے تو بالکل واجب ہے کہ ان اسلاف پر بھی گستاخیِ صحابہ کا فتویٰ لگایا جائے۔ کیونکہ ان کے یہ الفاظ جو نہایت صراحت کے ساتھ انہوں نے کہے یا لکھے ہیں ان کی کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی۔ اور اگر انہیں ان اسلاف کی اجتہادی خطاء کہا جاتا ہے تو یہ شدید گمراہی ہے کیونکہ ان اسلاف کے ہمعصر اور بعد کے علماء نے کہیں بھی ان حضرات کے ان الفاظ کو اجتہادی خطاء نہیں کیا۔ اس کتاب کے آخر میں ان کتب کے سکین بھی لگائے گئے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو اصل کتب سے رجوع کرنے کی مشکل پیش نہ

آئے۔ حوالہ پر کلک کرنے سے اس کتاب کے آخر میں موجود اصلی سکین پر پہنچا جاسکتا ہے اور وہاں پر کلک کرنے سے واپس اسی جگہ آیا جاسکتا ہے جہاں حوالہ موجود ہے۔ اگر پڑھنے والے کو اصل کتب میسر نہیں آتی ہیں یا وہ شک و شبے کا شکار ہے تو وہ ان کتب کو خود دیکھ کر تسلی کر سکتا ہے۔ کسی حوالے کے میسر نہ ہونے کی صورت میں راقم الحروف کے ای میل ایڈریس پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

اب جاہل الشدید پر واجب ہو گیا ہے کہ اس نے راقم الحروف پر گستاخی کا الزام لگایا ہے تو ان حضرات کو بھی ببانگ دہل گستاخ کہے و گرنہ اس کا اپنا ایمان اپنے دعووں کی نظر میں مشکوک ہو جائے گا۔

محمد سعید عمران

11نومبر2017

saeedimranx2@gmail.com

طلقاء کون ہیں؟

فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والا کوئی شخص کسی سابق غلام مسلمان کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ وہ کسی ہاشمی کا مقابلہ کرے۔ یاد رہے کہ جو لوگ فتح مکہ کے معبد مسلمان ہوئے در حقیقت وہ غلام ہی تھے لیکن نبی کریم ﷺ نے چونکہ عملاً انہیں غلام نہ بنایا بلکہ ازراہ کرم نوازی انہیں اسی لمحہ آزاد کر دیا، اس لیے وہ طلقاء (آزاد شدہ) کہلائے۔ چنانچہ فتح مکہ کے روز نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

"اے قریشیو! کیا تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں"؟

انہوں نے بیک زبان عرض کیا: "بھلائی کرنے والے ہیں کیونکہ آپ کریم بھائی ہیں اور کریم فرزند ہیں"۔

آپ نے فرمایا: "اذھبو فانتم الطلقاء" (جاؤ تم طلقاء (آزاد) ہو۔)

طبری نے لکھا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اچھا جاؤ تم سب آزاد ہو، چھوڑے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے تمام اہل مکہ کو آزاد کیا حالانکہ بزور شمشیر اللہ نے ان کو آپ ﷺ کے لیے مسخر کیا تھا اور وہ بمنزلہ نئے تھے، اسی وجہ سے اہل مکہ کو "طلقاء" کہنے لگے۔

(تاریخ طبری اردو 2/308)

اس جملے میں طبری نے فتح مکہ سے بعد اسلام لانے والے اصحاب کو "طلقاء" کہا ہے۔ اس لیے طبری پر بھی گستاخی کا فتویٰ لگنا چاہیئے۔ بلکہ طبری کو جن جن حضرات نے امام مؤرخ اور مفسر لکھا ہے ان پر بھی گستاخی کا فتویٰ لگنا چاہیئے کیونکہ طبری نے صحابہ کی گستاخی کی ہے اور سلف حضرات نے طبری کو امام مؤرخ و مفسر کہہ کر طبری کی توثیق کی ہے۔

یہ واقعہ اور الفاظ تواتر کے ساتھ نقل ہیں۔ اکبر شاہ نجیب آبادی نے اپنی تاریخ اسلام (1/254) میں اس کو ذکر کیا ہے۔

سو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے لوگوں کہ اگرچہ نبی ﷺ نے ازراہ کرم غلام نہیں بنایا مگر وہ حکماً غلام ہی ہیں، اس لیے وہ رتبہ میں اس شخص کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے جو واقعتہً غلام تھا تو غلام لیکن فتح مکہ سے قبل مسلمان ہو چکا تھا۔

نبی ﷺ کی حدیث اس حوالے سے بیان کی جاتی ہے۔

"حضرت جریر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہاجرین و انصار دنیا اور آخرت میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور قریش کے طلقاء اور ثقیف کے عتقاء دنیا اور آخرت میں ایک دوسرے کے دوست ہیں"۔

(مسند احمد 19427)

شعیب ارناؤوط نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس کے متعدد متابعات کا ذکر بھی کیا ہے۔

(مسند احمد بتحقیق شعیب ارناؤوط 31/547ح19215)

اس حدیث کی تحقیق کے حاشیہ میں شعیب ارناؤوط نے مسند احمد کی ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے (جو کہ شعیب ارناؤط کی تحقیق کے مطابق 20/141ح12722 ہے اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)۔ یہ حدیث کچھ یوں ہے:

"حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے اصل خیر آخرت ہی کی خیر ہے، یا یہ فرماتے کہ اے اللہ! آخرت کی خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں، پس انصار و مہاجرین کو معاف فرما"۔

(مسند احمد 12752)

شعیب ارناؤوط نے ان دونوں احادیث کو باہم جوڑا کیوں ہے؟

حضرت معاویہؓ کب اسلام لائے تھے

شاہ معین الدین ندوی اپنی کتاب سیر الصحابہ میں لکھتے ہیں۔

"فتح مکہ کے دن ابوسفیان اور معاویہ دونوں مشرف باسلام ہوئے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہؓ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں دولت اسلام سے بہرہ ور ہو چکے تھے، لیکن باپ کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ روایت مسلمہ روایات کے بالکل خلاف ہے اور اس کی تائید میں کوئی شہادت نہیں ملتی اس لئے ناقبل اعتبار ہے۔"

(سئیر الصحابہ 4/45)

ابن حجر الاصابہ میں لکھتے ہیں۔

"امام واقدی نے نقل کیا ہے کہ یہ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے لیکن انہوں نے اپنے اسلام لانے کو چھپائے رکھا، یہاں تک کے فتح مکہ کے موقع پر برملا اظہار فرمایا۔ نیز یہ کہ یہ عمرۃ القضا کے موقع پر مسلمان تھے۔ یہ حدیث بخاری میں موجود حدیث کے مخالف ہے اس لیے کہ اس میں ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے حج کے مہینوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ہاں ہم نے عمرہ کیا تھا اور معاویہؓ اس وقت حالت کفر میں تھے۔ اگر پہلی حدیث کو بھی صحیح تسلیم کریں تو یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد نے ان کی گزشتہ حالت پر حکم لگا دیا ہے اس لیے کہ ابھی تک ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ اسلام لا چکے ہیں کیونکہ انہوں نے خود اسلام لانے کو چھپائے رکھا۔"

(الاصابہ اردو 6/60)

اہل سنت کے نزدیک واقدی کی روایت معتبر نہین ہے۔ اور واقدی کے علاوہ کوئی شہادت موجود نہیں ہے جس میں یہ ذکر ہو کہ معاویہؓ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں معاویہؓ کا اپنا واضح قول بھی موجود نہیں ہے، اگر ہوتا تو ضرور اس کو حجت بنایا جاتا کیونکہ ان کا قول قابل قبول ہوتا۔ اگر اہل سنت کے نزدیک یہ بات صراحت کی بنیاد تک پہنچی ہوئی ہے کہ معاویہؓ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے تو شاہ معین الدین ندوی صاحب کا اس بات کا انکار کرنا معاویہؓ پر تہمت ہے اور ایک صحابی پر تہمت گستاخی ہے اس لیے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ شاہ معین الدین ندوی صاحب پر معاویہؓ پر گستاخی کا فتویٰ بانگ دہل لگایا جائے۔

شاہ ولی اللہ

اور جو لوگ جنگ تبوک میں حاضر ہوئے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) بے شک اللہ نے توجہ کی نبی ﷺ پر اور مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے تکلیف کے وقت اس نبی (ﷺ) کی اتباع کی۔ اور اسی اصل پر (کہ مشاہد خیر میں شریک ہونا لوازم خلافت خاصہ سے ہے) ابن عمرؓ کا وہ کلام مبنی ہے جو انہوں نے (اپنے ذہن میں) معاویہ بن ابی سفیان سے کہنے کے لئے تجویز کہا تھا کہ تم سے زیادہ خلافت کے لائق وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام پر مقاتلہ کیا یعنی علی مرتضےٰ (اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یعنی تم اور تمہارے باپ قبل اسلام بحالت کفر کافروں کی طرف سے میدان جنگ میں آتے تھے اور علیؓ مسلمان تھے مسلمانوں کی طرف سے میدان جنگ میں جاتے تھے اور تم لوگوں سے لڑتے تھے۔۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے اور (اسی اصل پر) عبدالرحمان بن غنم اشعری فقیہ شام کا کلام (مبنی ہے جس کا قصہ اس طرح پر ہے کہ) حضرت ابو ہریرةؓ اور حضرت ابوالدرداء (جو حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت علیؓ کے پاس یہ پیغام لے گئے تھے کہ خلافت کو چھوڑ دو اور اس کو مسلمانوں کے شوریٰ پر دائر کر دو) حضرت علیؓ کے پاس سے (پیغام پہنچا کر) لوٹے (اور مقام حمص میں جو مسکن حضرت عبدالرحمان بن غنم اشعری کا تھا پہنچے) تو حضرت عبدالرحمانؓ نے ان سے مجملہ اور باتوں کے یہ بھی کہا کہ تم دونوں سے تعجب ہے کہ کیونکر تم سے یہ پیغام جو تم لائے تھے (حضرت علیؓ کے سامنے) ادا ہوا تم نے علیؓ کو یہ ترغیب دی کہ خلافت کو شوریٰ پر دائر کر دیں حالنکہ تم جانتے ہو کہ مہاجرین اور انصار اور اہل حجاز اور اہل عراق نے علیؓ سے بیعت کر لی ہے اور بے شک جو علیؓ (کی خلافت) سے راضی ہو گئے وہ ان لوگوں سے افضل ہیں جو علیؓ (کی خلافت) سے ناخوش ہوں اور جن لوگوں نے علیؓ سے بیعت کر لی ہے وہ ان لوگوں سے افضل ہیں جنہوں نے ان سے بیعت نہیں کی۔ اور معاویہ کو شوریٰ قائم ہونے سے کیا فائدہ کیونکہ (شوریٰ سے خلافت ملے گی تو مہاجرین میں سے کسی کو ملے گی اور) **معاویہ (مہاجرین میں سے نہیں ہیں بلکہ) طلقاء میں سے ہیں** جن کو خلافتِ (خاصّہ) حاصل نہیں

ہو سکتی بلکہ معاویہ اور ان کے والد غزوہ احزاب (میں کافروں) کے سردار تھے۔(عبد الرحمان بن غنم کا یہ کلام سن کر) ابوہریرہؓ اور ابو درداءؓ اپنے آنے پر نادم ہوئے اور عبد الرحمان بن غنم کے سامنے (اپنے اس فعل) سے توبہ کی۔ ابو عمر نے الاستیعاب میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

(ازالۃُ الخلفاء کے مترجم علامہ عبد الشکور لکھنوی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ طلقاء جمع ہے طلیق کی اصل میں آزاد کئے ہوئے غلام کو کہتے ہیں مگر جو لوگ فتح مکہ میں اسلام لائے تھے چونکہ ان پر مسلمانوں نے احسان کیا اور غلام نہ بنایا اس لئے ان کے لئے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے اور یہاں اسی معنی میں ہے۔)

(ازالۃ الخلفاء 1/ 47)

شاہ ولی اللہ کا اپنی اس عبارت سے رجوع ثابت نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت معاویہؓ کو "طلقاء" میں شمار کیا ہے اس لیے ان پر گستاخی کا فتویٰ لگانا چاہیئے کیونکہ جاہل الشدید کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی صحابی کو "طلقاء" میں شمار کرتا ہے تو وہ صحابہ کا گستاخ ہے۔

شبیر احمد عثمانی

شبیر احمد عثمانی کی شخصیت دور حاضر میں کسی کے تعرف کی محتاج نہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص نے شوریٰ (میں شمولیت) کی آرزو کی تو سیدنا عمرؓ نے انہیں فرمایا: اپنی جگہ پر رہو، جہاں اللہ نے تمہیں رکھا ہے۔ بخدا میں اس معاملہ میں ایسے شخص کو شامل نہیں کروں گا جس نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائے تھے، نیز فرمایا: **طلقاء اور طلقاء کی اولاد کار حکومت کے لائق نہیں، اور اگر میں موجودہ صورت حال کو پہلے سے جان لیتا تو یزید بن ابوسفیان اور معاویہ بن ابوسفیان کو شام کی حکومت نہ دیتا۔** معلوم ہوتا ہے کہ عمرؓ کی مراد یہ لوگ تھے جو خلافت پر طعن کرتے تھے اور مخالفت کرتے تھے کہ خلافت اہل بیت کو چلی جائے۔

(فتح الملہم 4/ 118)

اس بیان سے ایک صفحہ قبل شبیر احمد عثمانی نے "موجودہ صورت حال" کی وجہ بھی بتادی ہے۔

شبیر احمد عثمانی نے اپنے الفاظ میں صراحت سے وضاحت کردی ہے کہ طلقاء کو حکومت نہ دیے جانے کے بارے میں وہ حضرت عمرؓ کے قول کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک یزید بن ابی سفیان اور معاویہ بن ابی سفیان بھی طلقاء میں سے تھے۔ بلکہ یہ قول شبیر احمد

عثمانی صاحب کا نہیں ہے، خلیفہ عادل امیر المومنین حضرت عمرؓ کا ہے۔ شبیر احمد عثمانی صاحب نے اس قول کو اپنی دلیل بنایا ہے اور اس دلیل میں انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ "طلقاء" میں سے ہیں۔

شبیر احمد عثمانی پر حضرت معاویہؓ کو "طلقاء" میں شمار کرنے کی وجہ سے فتویٰ لگانا چاہیئے، کیونکہ جاہل الشدید کے نزدیک معاویہؓ کو طلقاء میں شمار کرنا گستاخی ہے۔ شبیر احمد عثمانی پر گستاخی کا فتویٰ نہ لگانا اور راقم الحروف پر اسی موقف کی وجہ سے گستاخی کا الزام لگانا، جاہل الشدید کی منافقت ہی ہو سکتی ہے۔

شاہ عبد العزیز

شاہ عبد العزیز دہلوی اپنی مشہور زمانہ کتاب "تحفہ اثناء عشریہ" میں لکھتے ہیں۔

" یہاں یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ بعض جاہل امامیہ انتاہئی عناد و تعصب کی بناہ پر کہتے ہیں کہ اہل سنت حضرت عثمان غنیؓ کے بعد حضرت معاویہؓ کو امام مانتے ہیں۔ یہ قول انتہائی بے شرمی اور مفوخ چشمی پر مبنی ہے، اور اس کو منہ پر جھوٹ بولنا کہتے ہیں ورنہ معمولی پڑھا لکھا فارسی خواں جس نے اہل سنت کے مولانا عبد الرحمان جامی کا مرتبہ عقائد نامہ فارسی پڑھا یا دیکھا ہے یقین سے جانتا ہے کہ **اہل سنت سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کی ابتدائے امامت سے لے کر حضرت حسنؓ کے معاملہ امامت حوالے کرنے تک وہ حق پر نہیں تھے بلکہ باغی جیسا کردار ادا کر رہے تھے اس لئے کہ امام وقت کی اطاعت چھوڑ بیٹھے تھے** امام حسنؓ نے جب امامت سپرد کی تو اس وقت وہ بادشاہ ہوئے یا ان کی حیثیت زیادہ سے زیادہ یہ کہ کہہ سکتے ہیں، کہ وہ ایک عام بادشاہ تھے تمام اسلامی ممالک کے فرمانروا اور جناب امیرؓ (حضرت حسنؓ) نے کسی ناگزیر مصلحت کے سبب ان کی سلطنت کی وسعید کو گوارہ کر لیا تھا اور وہ امام کی اتباع جیسا کہ چاہیئے نہ کرتے تھے۔

جس طرح بعض صوبے داروں کا رویہ اپنے بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے، یا جیسے ہمارے زمانہ کے بادشاہ شاہ عالم کے مختار کار کہ بادشاہ کے علم میں لائے بغیر امور سلطنت انجام دیتے ہیں اور سوائے مقررہ روزینہ کے پہنچانے، اس کی طرف عرضیاں لکھنے یا اس سے القاب و خطابات حاصل کرنے کے اپنے بادشاہ سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ لہذا ان حالات کے ماتحوت وہ بادشاہ تھے جو بظاہر امام کی رائے اور رضامندی کے تحت سلطنت حاصل کر چکے تھے، اس لئے اہل سنت ان کو پہلا بادشاہ اسلام کہتے ہیں، اب رہا یہ شک کہ جب حضرت معاویہؓ کا کردار باغیانہ تھا اور وہ ناحق غلبہ حاصل کرنے والاے تھے تو ان پر لعن کیوں نہیں کرتے؟ تو اس کا جواب یہ

ہے کہ **اہل سنت کے نزدیک گناہ کبیر کے مرتکب پر لعن جائز نہیں اور چونکہ بغاوت بھی گناہ کبیرہ ہے اس لئے اس پر بھی لعن منع اور ناجائز ہے۔**

(تحفہ اثناء عشریہ ص360)

اس عبارت کو شاہ عبد العزیز نے اپنی طرف سے دلیل بنایا ہے اور اس پوری کتاب میں اس عبارت کو رد نہیں کیا اور نہ ہی اپنی زندگی میں ان سے اس کتاب کے حوالے سے کسی قسم کا ردیا رجوع ثابت ہے۔ اس لیے اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ تحفہ اثناء عشریہ ثابت کتاب نہیں ہے تو اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب ارواح ثلاثہ میں حکات نمبر 27 کو جا کر دیکھے اور پھر غور کرے کہ تھانوی صاحب اور ان کے بزرگ اس کتاب کو کیا حیثیت دے رہے ہیں۔

شاہ عبد العزیز نے نہ صرف حضرت معاویہؓ کو باغی کہا ہے بلکہ بغاوت کو گناہ کبیرہ کہا ہے۔ انہوں نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والے پر لعن طعن کرنا جائز نہیں ہے۔ اپنی اس عبارت میں انہوں نے حضرت معاویہؓ کو صراحتاً باغی اور گناہ کبیرہ کا مرتکب کہا ہے اس لیے ان پر گستاخی کا فتویٰ لگنا چاہیے۔ شاہ عبد العزیز کا اپنی اس عبارت یا اس کتاب سے کوئی رجوع موجود نہیں ہے۔

ابو منصور ماتریدی حنفی

ابو منصور ماتریدی وہ شخصیت ہیں جن کی تقلید احناف عقائد میں کرتے ہیں۔

قسطلانی ،ابو منصور ماتریدی حنفی سے نقل کرتے ہیں کہ

"علماء کرام کا اجماع ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰؓ اہل جمل حضراتِ طلحہ، زبیر اور ام المومنین عائشہؓ کے ساتھ بصرہ میں اور اہل صفین (یعنی) معاویہ اور ان کے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے میں حق پر تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب 10/154)

ابو منصور ماتریدی نے حضرت علیؓ کو حق پر کہا ہے اور ان کے مقابلے پر دوسرے کبار صحابہؓ اور حضرت معاویہؓ کا ذکر کیا ہے کہ وہ حق پر نہیں تھے۔ ابو منصور ماتریدی پر جاہل الشدید کی سوچ کے تحت گستاخی کا فتویٰ لازمی ہو گیا ہے۔ اب جاہل الشدید کا فرض ہے کہ وہ ببانگ دہل اعلان کرے کہ ابو منصور ماتریدی گستاخِ صحابہ تھے۔

ابو بکر الجصاص رازی حنفی

ابو بکر جصاص حنفیوں کے اکابرین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے مشائخ میں ابو حسن کرخی، ابو سہیل زجاج، عبد الباقی بن قانع، ابو حاتم رازی اور ابو سعید عثمان بن سعید دارمی (مصنف مسند دارمی) شامل ہیں۔ ابو بکر الجصاص کی اہم تصانیف میں شرح جامع الکبیر محمد بن الحسن شیبانی، شرح جامع الصغیر محمد بن حسن الشیبانی، شرح المناسک محمد بن حسن الشیبانی، شرح مختصر الفقہ للطحاوی، شرح آثار الطحاوی، شرح مختصر الکرخی، شرح الاسماء الحسنہ، احکام القرآن اور الفصول فی الاصول شامل ہیں۔ (جواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ)

ابو بکر الجصاص اپنی مشہور زمانہ تفسیر احکام القرآن میں لکھتے ہیں۔

حضرت علیؓ نے بھی ہتھیاروں کے ساتھ "باغیوں" کے خلاف جنگ کی تھی۔ آپ ساتھ جلیل القدر صحابہ کرامؓ تھے جن میں بدریئین (غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے) بھی تھے۔ حضرت علیؓان باغیوں کے خلاف جنگ میں برحق تھے۔ **کسی نے آپ کی مخالفت نہیں کی صرف یہ باغی گروہ اور اس کے ہمنوا جن کا آپؓ نے مقابلہ کیا تھا اس معاملے میں آپ کے مخالف تھے۔**

حضور ﷺ نے حضرت عمارؓ سے فرمایا تھا (تقتلک الفئتہ الباغیۃ تمہیں باغی گروہ قتل کر دے گا) یہ حدیث تواتر کی بنا پر خبر مقبول کا درجہ رکھتی ہے **حتیٰ کہ حضرت معاویہؓ کو بھی اس کے انکار کی ہمت نہیں ہوئی۔ جب حضرت ابن عمروؓ (عبد اللہ بن عمروؓ) نے ان سے اسے بیان کیا، اس موقعہ پر انہوں نے صرف اتنا ہی کہا" عمار کو دراصل اس نے قتل کیا جو انہیں اپنے ساتھ لے کر آیا تھا (اشارہ حضرت علیؓ کی طرف ہے) اور پھر انہیں ہمارے نیزوں کے درمیان پھینک گیا"۔**

اس حدیث کو اہل کوفہ، اہل بصرہ، اہل حجاز اور اہل شام سب نے روایت کی ہے۔

یہ حدیث حضور ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے کیونکہ یہ آئندہ رونما ہونے والے واقعہ کے متعلق اطلاع ہے جس کا علم صرف علام الغیوب کی طرف سے نبی ﷺ کو دیا گیا تھا۔ خوارج کے خلاف جنگ کرنے اور انہیں قتل کرنے کے ایجاب کی بہت سی روایتیں حضور ﷺ سے مروی ہیں جو حد تواتر کو پہنچتی ہیں۔

(احکام القرآن للجصاص 5/280، اردو ترجمہ 6/433)

ابو بکر الجصاص رازی حنفی کا اس کی تفسیر میں امیر معاویہؓ کا ذکر کرنے کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ حضرت علیؓ نے ان سے بھی قتال کیا تھا اس لیے ابو بکر الجصاص حنفی کا موقف اس بارے میں بالکل واضح ہے کہ امیر معاویہؓ باغی تھے۔

مزید بر آں ابو بکر الجصاص حنفی لکھتے ہیں۔

"حسن بصری، سعید بن جبیر اور شعبی نیز تمام دیگر حضرات تابعین ان ظالموں سے اپنے وظائف وصول کرتے تھے۔ ان کی یہ وصولی اس بناء پر نہیں تھی کہ انہیں ان ظالموں سے لگاؤ تھا اور ان کی امامت کو درست سمجھتے تھے، بلکہ یہ حضرات اس بنا پر اپنے وظائف وصول کرتے تھے کہ وہ ان وظائف کو اپنا ایسا حق سمجھتے تھے جو فاجر قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں تھا۔ یہ حضرات ازراہ موالات اور دوستی کس طرح یہ حقوق حاصل کر سکتے تھے۔ جبکہ انہوں نے حجاج کے خلاف تلوار لے کر خروج کیا تھا۔ اس کے خلاف چار ہزار تابعین اور فقہاء نے عبد الرحمان بن اشعث کی ہمرکابی میں پہلے اہواز کے مقام پر جنگ کی تھی اور پھر بصرہ کے مقام پر اور اس کے بعد کوفہ کے قریب دریائے فرات کی جانب سے دیر جماجم کے مقام پر۔ انہوں نے عبد الملک بن مروان سے خلافت کی بیعت توڑ دی تھی۔ اس پر لعنت بھیجتے تھے اور اس سے اپنی براءت کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت معاویہؓ کے ساتھ بھی ان حضرات سے پہلے لوگوں کا یہی رویہ تھا۔ جب حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت معاویہؓ تخت خلافت پر متمکن ہو گئے تھے۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی اپنے وظائف وصول کرتے تھے اور اس زمانے کے صحابہ کرام کا بھی یہی طریق کار تھا، حالانکہ یہ حضرات خلیفہ وقت حضرت معاویہؓ سے موالات کو کوئی رشتہ نہیں رکھتے تھے، بلکہ ان سے اس طرح بیزاری کا اظہار کرتے تھے جس طرح حضرت علیؓ اپنی وفات تک ان سے بیزار رہے تھے۔"

(احکام القرآن للجصاص اردو 1/164)

حنفی مفسر ابو بکر الجصاص نے نہ صرف معاویہؓ کو باغی کہا ہے بلکہ ان کی دوسری مذکورہ عبارت میں انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ، حضرت معاویہؓ سے بیزار تھے۔ ابو بکر الجصاص نے یہ عبارتیں لکھ کر حضرت معاویہؓ اور صحابہؓ کی شان میں گستاخی کی ہے اس لیے جاہل الشدید کو ان پر بھی ببانگ دہل گستاخی کا فتویٰ لگانا واجب ہو گیا ہے۔

شہاب الدین خفاجی حنفی

شہاب الدین خفاجی حنفی مصری شرح الشفاء کی فصل میں لکھتے ہیں۔

الباغیۃ: بغی سے ہے اور اس کا معنی ہے امام کے خلاف ناحق خروج کرنا۔ عمار کو معاویہ کے ساتھیوں نے قتل کیا تھا جبکہ وہ صفین میں سیدنا علیؓ کے ساتھ تھے، اور یہ صراحت ہے کہ خلیفہ حق حضرت علیؓ تھے اور **معاویہ اپنی سوچ میں خطاوار تھے**، جیسا کہ

ایک حدیث میں ہے کہ جب لوگ اختلاف کا شکار ہوں گے تو ابن سمیہؓ (عمار بن یاسرؓ) حق کے ساتھ ہوں گے اور ابن سمیہ عمار ہیں جو کہ سیدنا علیؑ کے ساتھ تھے، اور یہی وہ نظریہ ہے جس کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ حق پر قائم رہے اور قاتلین عثمان غنی کو سپرد نہ کرنے میں صحیح اجتہاد پر تھے **اور معاویہ خطاوار مجتہد** تھے، لہذا تم مزید قیل و قال سے گریز کرو اور حق کے بعد ضلال (گمراہی) میں نہ پڑو، اور معاویہ نے حدیث عمار کی تاویل کی جب دیکھا کہ اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، کہ عمار کو انہیں لوگوں نے قتل کیا جو اسے لائے، اسی لیے جب حضرت علیؓ کو یہ قول پہنچا تو انہوں نے فرمایا: پھر تو رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہؓ کے قاتل ٹھہرتے ہیں کہ آپ ہی انہیں غزوہ احد میں لائے تھے۔

(نسیم الریاض 166/3)

شہاب الدین خفاجی حنفی نے صحابی حضرت معاویہؓ کو خطاوار کہہ کر جاہل الشدید کے اصول کے مطابق ان پر جرح کی ہے اس لیے اب اگر جاہل الشدید شہاب الدین خفاجی کو ببانگ دہل اعلانیہ، گستاخِ صحابہ نہیں کہتا تو وہ بھی ان لوگوں کی صف میں شامل ہے جو کہ صحابہ کے گستاخ ہیں۔

ملا علی قاری حنفی

ملا علی قاری جو کہ حنفیوں کے پائے کے محدث او مفسر ہیں۔ مشکوۃ المصابیح کی شرح المفرقاۃ المفاتیح میں "عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی" والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"اور باغی جماعت سے مراد آنحضرت ﷺ کی پیشن گوئی حضرت معاویہ اور ان کی جماعت کے متعلق تھی کیونکہ حضرت عمار جنگ صفین میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ ابن ملک کہتے ہیں: حضرت عمار کو حضرت معاویہ اور ان کی جماعت نے قتل کیا لہذا آپ ﷺ کی پیشنگوئی کے مطابق اس حدیث سے یہی جماعت سرکش اور باغی تھی کیونکہ حضرت عمارؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج میں تھے اور اس وقت حضرت علیؓ ہی امامت کے مستحق تھے، جن کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے حضرت معاویہ اور ان کی جماعت نے انکار کیا تھا۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضرت معاویہؓ اس حدیث کے الفاظ میں تاویل کرتے ہوئے فرماتے تھے لفظ "باغیہ" یہاں "بغی" سے مشتق نہیں ہے جس کے معانی بغاوت کے ہیں، بلکہ "بغاء" سے مشتق ہے جس کے معنی ڈھونڈنا، طلب کرنا ہیں، اس اعتبار سے ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے ارشاد

"تقتلك الفئته الباغیه" کا ترجمہ یہ ہوا کہ تمہیں مطالبہ کرنے والوں کا گروہ قتل کرے گا۔ اور فرماتے تھے: نحن فئته باغیة طالبة بدم عثمان، یعنی ہم حضرت عثمان کے خون بہا کا مطالبہ کرنے والی جماعت ہیں۔ لیکن عقل و نقل کی روشنی میں حضرت معاویہ کی یہ تاویل نہیں صریح تحریف ہے کیونکہ خون بہاء کے مطالبہ کے ساتھ یہاں معانی کرنا مناسب نہیں"۔

آگے چل کر ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ پھر میں نے شیخ اکمل الدین کی کتاب دیکھا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ سے منسوب یہ دونوں باتیں حضرت معاویہ پر افتراء ہیں۔ پھر آگے وہ مزید لکھتے ہیں۔

"میں (یعنی ملا علی قاری) کہتا ہوں جب حضرت معاویہؓ پر واجب تھا کہ وہ اپنی بغاوت چھوڑ کر امام بر حق کی اطاعت کریں اور مخالفت و خلافت کی طلب کو چھوڑ دیں تو اس سے ظاہر ہوا کہ وہ باطناً باغی تھے اور ظاہر میں عثمان غنیؓ کے خون کا بدلہ لینے کے طالب، مراعی و مرائی تھے۔ پس یہ حدیث ان کے عمل کی بابت ناہی ہے لیکن یہ کتاب (صحیفہ تقدیر) میں لکھا ہوا تھا، سو ان کے نزدیک قرآن و حدیث دونوں ہی مہجور ہو گئے، پس اس حدیث نے اس راز کو ظاہر کر دیا"۔

(مرقاۃ المفاتیح اردو 11 / 43)

مُلا علی قاری حنفی کی عبارات خود پڑھ لیں۔ انہوں نے تو حضرت معاویہؓ کو باغی ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اب جاہل الشدید کو کس بات کا انتظار ہے کہ وہ ملا علی قاری حنفی کو گستاخِ صحابہ نہ کہے؟ اب جاہل الشدید یا تو اپنے اصول تبدیل کرے گا یا پھر تاویلات دے گا۔

ابن ھمام حنفی

یہ معاویہ کہ حق پر نہ ہونے کی تصریح ہے، اور اس سے مراد ان کا (حضرت علیؓ کے خلاف) خروج میں حق پر نہ ہونا ہے، نہ کہ ان کے دیگر فیصلوں میں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ

"وہ (حضرت علیؓ) اپنی باری میں امام بر حق تھے، اس لیے ان کی بیعت منعقد ہو چکی تھی، پس وہ جنگ جمل (یعنی جن کے ساتھ جمل کی جنگ ہوئی) میں اور صفین میں معاویہ کے خلاف جنگ کرنے میں حق پر تھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اے عمار تجھے باغی

گروہ قتل کرے گا، **اور عمار کو معاویہ کے ساتھیوں کا شہید کرنا واضح کرتا ہے کہ وہ لوگ باغی تھے** ، اور ام المومنین سیدہ عائشہؓ نے ندامت کا اظہار کیا تھا، جیسا کہ امام ابن عبد البر نے الاستیعاب میں ذکر کیا ہے۔۔"

(فتح القدیر، ابن ھمام حنفی 7/245)

ابن ھمام حنفی کی کا معاویہ کو باغی کہنا کیا گستاخی نہیں ہے؟ جاہل الشدید کو اب کس بات کا تامل ہے کہ وہ ببانگ دہل ابن ھمام حنفی کو گستاخِ صحابی نہیں کہہ رہا۔

ابن عابدین شامی حنفی

ابن عابدین شامی حنفی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ابن عابدین احناف کے سب سے بڑے مفتیوں میں مانے جاتے ہیں اور ان کی کتاب رد المحتار اس حوالے سے احناف کے لیے بنیادی کتاب ہے۔ جس کا ترجمہ بھی دیوبندی علماء نے کیا ہے۔

غایۃ الاوطار حاشیہ رد المحتار میں ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں۔

"اگر علی مرتضیٰ نہ ہوتے تو ہم کو قتال اہل قبلہ معلوم نہ ہوتا جناب مرتضوی اور ان کے ساتھی اہل حق تھے اور مخالف ان کے اہل بغی"۔

اہل بغی کا مطلب صاف ظاہر ہے بغاوت کرنے والا ہے۔ اس عبارت سے کچھ آگے ابن عابدین نے وضاحت کی ہے کہ

" اطاعت امام سے خارج ہونے والے تین قسم کے ہیں ایک قطاع الطریق یعنی اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت اور ان کا حکم معلوم ہو گیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہیں جانتے جس کو خوارج مباح جانتے ہیں اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہیں جن کے واسطے شوکت حاصل ہے امام پر خارج ہوئے"۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابن عابدین شامی نے امیر معاویہؓ کو باغی کہا ہے، کیونکہ ابن عابدین نے خوارج کو بالکل علحدہ اور تیسری قسم کہا ہے۔ جاہل الشدید سے مطالبہ ہے کہ وہ ابن عابدین شامی کو ببانگ دہل معاویہؓ صحابی رسول ﷺ کا گستاخ کہے، کیونکہ یہ اس کے اصول کے مطابق ہوگا۔

ابوالحسن علی ندوی (1914-1999)

ابوالحسن علی حسن ندوی ایک بھارتی عالم دین، مشہور کتاب "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" کے مصنف اور متعدد زبانوں میں پچاس سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ 1962 میں آپ کو رابطہ عالمی اسلامی مکہ کے قیام کے موقع پر افتتاحی نشست کا سیکرٹری رکھا گیا۔ 1980 میں آپ کو شاہ فیصل ایوارڈ دیا گیا اور اسی سال آپ آکسفورڈ سینٹر برائے اسلامک سٹڈیز کے صدر منتخب کئے گئے۔ 1999 میں محمد بن راشد المکتوم نے متحدہ عرب امارات کی جانب سے اسلامی شخصیت ایوارڈ بھی دیا گیا۔ آپ کی شخصیت کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ 1951 میں حج کے دوران میں آپ کے لئے کعبہ کا دروازہ کھولا گیا اور آپ اپنے رفقاء کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔

آپ اپنی تصنیف المرتضیٰ میں لکھتے ہیں

"حضرت سفیان بن عیینہ رحمتہ اللہ علیہ جو ایک بڑے تابعی بزرگ ہیں، انہوں نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو چار قسم کی تلواریں عطا کیں تھیں۔ ایک تلوار وہ تھی جس سے آپ ﷺ نے خود صنم پرستوں سے مقابلہ کیا، دوسری تلوار وہ تھی جس سے حضرت سیدنا ابو بکرؓ نے مرتد قبیلہ سے جنگ کی۔۔۔۔ اور ایک تلوار وہ تھی جس سے حضرت عمرؓ نے مجوسیوں اور اہل کتاب سے معرکہ سر کیا۔۔۔۔۔ اور ایک تلوار وہ تھی جس سے علیؓ نے صف شکن، قاطع بیعت اور حدودِ حق سے تجاوز کرنے والوں سے قتال کیا۔"

اس سے قبل کے صفحہ میں ندوی صاحب فرماتے ہیں:

"لہذا جس طرح اللہ کی راہ میں جہاد، بت پرستوں اور اہل کتاب سے معرکہ آرائی، باغی مرتد افراد سے قتال ضروری تھا، اسی طرح خواہ یہ بات دل کو کتنی ہی بری لگے مگر امر واقعہ ہے کہ خود اہل قبلہ کے درمیان آپس میں اختلاف ہونا اور خود مسلمانوں کی صف میں رخنہ پڑ جانا اور امام وقت کے ساتھ بغاوت کا ابھرنا قدرتی بات ہے، لہذا ان حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے خیر القرون کا ایک اسوہ درکار تھا اور ایسے امام وقت کا اُسوہ جس کی اقتداء کی جاسکے، اور جس کو نمونہ بنایا جاسکے"۔

(المرتضےٰ، ابوالحسن علی ندوی)

امام ابو حنیفہ

مناقب امام ابو حنیفہ میں امام ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

"ہم اہل شام سے بغض نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ جنگ لڑ رہے تھے تو ہم حضرت علیؓ کے حامی تھے اور امیر معاویہ کے شامی لشکر سے جنگ کرتے رہے۔"

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آپ نے ان وجوہات میں اضافہ کیا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ ہم اہل حدیث سے بغض نہیں رکھتے ہم **حضرت علیؓ کی خلافت کو برحق جانتے ہیں اگرچہ بعض معاملات میں ان سے اجتہادی غلطیاں ہوئیں** پھر بھی ہم انہیں حق پر جانتے ہیں اور بغض نہیں رکھتے۔

مناقب ابو حنیفہ اردو ترجمہ صفحہ 297

امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول کہ اگرچہ حضرت علیؓ سے بعض معاملات میں اجتہادی غلطیاں ہوئیں، کیا ان پر جرح کے برابر نہیں؟ اب جاہل الشدید کیا یہ کہے گا کہ یہ صحابہ کے اپنے معاملات تھے اور بعد میں ان کا تذکرہ کرنا جہالت ہے؟ کیا امام ابو حنیفہ صحابہ میں سے تھے یا اس دور سے تعلق رکھتے تھے جس دور کے یہ واقعات تھے؟ اب جاہل الشدید کیا کہے گا کہ صحابہ پر جرح کرنے والا کون ہے؟

جاہل الشدید کا ایمان اگر سلامت ہے تو ان حضرات کو بھی صحابہؓ کا گستاخ ببانگ دہل کہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ الامم والملوک

تاریخ طبری

جلد دوم

تصنیف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

سیرت النبی ﷺ حصہ اول

ترجمہ: سید محمد ابراہیم (ایم۔اے) ندوی ◉ ترتیب وتبویب: شبیر حسین قریشی (ایم۔اے)

تاریخ اسلام کے قدیم ترین اور مستند مؤرخ علامہ محمد بن جرید الطبری کی تاریخ الامم والملوک جس میں آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ کی تمام تفصیلات معتبر اور اصل راویوں تک مکمل سلسلۂ اسناد کے ذریعہ بیان کی گئی ہیں یہی وہ نایاب تاریخ ہے جو زمانہ قدیم سے لے کر عصر حاضر تک سیرت مبارکہ کی معتبر اور مستند ماخذ رہی ہے تاریخ اسلام کے تمام مؤرخین نے اسی سے خوشہ چینی کی ہے۔

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کیا۔ اس پر مقیس کی بہن نے طنز یہ شعر بھی لکھے اس کی ایک لونڈی قتل کر دی گئی اور دوسری اس وقت بھاگ گئی مگر پھر بعد میں اس کے لیے رسول اللہ ﷺ سے امان کی درخواست کی گئی اور آپؐ نے اسے امان دے دی۔

سارہ کے لیے بھی امان کی درخواست کی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اسے منظور فرمایا عرصہ کے بعد عمر بن الخطابؓ کے عہد میں کسی شخص کے گھوڑے نے اسے ابطح میں روندڈالا اور وہ مرگئی۔ حویرث بن نقید کو علیؓ بن ابی طالب نے قتل کیا۔

ہند بنت عتبہ کا قبول اسلام:

واقدی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چھ مردوں اور چار عورتوں کے قتل کا حکم دیا تھا ان میں مرد وہی ہیں جن کا تذکرہ اوپر گزر چکا۔ عورتوں میں ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بھی تھی۔ یہ اسلام لے آئی اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر لی۔ عمرو بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبدمناف کی باندی سارہ تھی یہ اسی روز قتل کر دی گئی۔ قریبہ یہ بھی فتح مکہ کے دن قتل کر دی گئی اور فرتنا یہ عثمانؓ کے عہد خلافت تک زندہ رہی۔

عام معافی کا اعلان:

قتادہ السدوسی سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور آپؐ نے فرمایا ''سوائے اللہ واحد کے کوئی اور خدا نہیں' وہ ایک ہے' کوئی اس کا شریک نہیں' اس نے اپنا وعدہ پورا کیا' اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور صرف اس نے مشرکین کی جماعتوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ سن لو سوائے کعبہ کی خدمت اور حجاج کی آب رسانی کے ہر عمارت' خون اور ہر قسم کی جائداد آج بالکل میرے اختیار میں ہے۔ جو شخص خطا سے مارا جائے اس کے عوض وہ دیت مقرر کی جاتی ہے جو کوڑے یا ڈنڈے عمداً مارنے کی دیت ہے اور یہ دیت واجب ہے جس سے کوئی مفر نہیں اور وہ یہ ہے کہ چالیس حاملہ اونٹنیاں دی جائیں' اے قریش! اللہ نے نخوت جاہلیت کو تم سے دور کر دیا ہے تم کو اسے قطعی ترک کر دینا چاہیے۔ تمام انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام تھے اور آدمؑ کو اللہ نے مٹی سے بنایا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے کلام اللہ کی یہ پوری آیت تلاوت فرمائی:

﴿ یَـااَیُّهَـا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنَا کُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَ فُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ ﴾

''اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو خاندانوں اور قبائل میں تقسیم کیا تا کہ شناخت ہو سکے۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے''۔

اے قریش' اے اہل مکہ! جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ انہوں نے کہا آپؐ اچھا ہی سلوک کریں گے کیونکہ آپ شریف ہیں اور شریف کے بیٹے ہیں آپؐ نے فرمایا اچھا جاؤ تم سب آزاد ہو' چھوڑے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے تمام اہل مکہ کو آزاد کیا حالانکہ بزور شمشیر اللہ نے ان کو آپؐ کے لیے مسخر کیا تھا اور وہ بمنزلہ نئے کے تھے' اسی وجہ سے اہل مکہ کو ''طلقا'' کہنے لگے۔ (آزاد شدہ)

اہل مکہ کی بیعت:

اب تمام لوگ اسلام لانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرنے مکہ میں جمع ہوئے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آپؐ سے منبر پر

واپس جائیں

تاریخِ اسلام



تالیف: مورخ اسلام اکبر شاہ خاں نجیب آبادی رحمۃ اللہ علیہ

اسی وقت اسلامی لشکر مسلح ہو کر مکہ کی طرف بڑھا۔لشکر اسلام میں الگ الگ قبیلوں کے الگ الگ نشان تھے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے وادی کے سر پر ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر اسلامی لشکر کا نظارہ دیکھا اور پھر سب سے پہلے مکہ میں داخل ہو کر منادی کرادی کہ جو شخص خانہ کعبہ میں یا میرے گھر میں پناہ لے گا، وہ محفوظ رہے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہی تھی کہ مکہ میں خون ریزی نہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے بے سروسامانی کے عالم میں اپنا نکلنا یاد آتا تھا اور پھر شاہانہ عظمت ولشکر عظیم کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتا دیکھتے تھے تو بار بار شکر رب تعالیٰ بجالاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بلامزاحمت شوکت وعظمت کے ساتھ داخل ہو کر خانہ کعبہ کی طرف تشریف لے گئے۔ سواری پر سات بار بیت اللہ کا طواف کیا۔ وہاں جس قدر بت تھے، سب باہر پھینکوا دیے۔ پھر عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ حاجب کعبہ سے کنجی لے کر خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ نماز چاشت ادا کی، پھر خانہ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر ایک تقریر فرمائی۔ اہل مکہ بھی وہاں گردنیں جھکائے خوف اور شرمساری کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجرمانہ انداز میں کھڑے ہوئے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخی خطبہ

''اللہ ایک ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور سارے گروہوں کو شکست دی۔ کسی شخص کو جو اللہ اور رسول پر ایمان لایا ہے، یہ جائز نہیں کہ وہ مکہ میں خونریزی کرے۔ کسی سرسبز درخت کا کاٹنا بھی اس میں جائز نہیں ہے۔ میں نے زمانہ جاہلیت کی تمام رسموں کو پاؤں میں مسل دیا ہے۔ مگر مجاورت کعبہ اور حاجیوں کو آب زمزم پلانے کا انتظام باقی رکھا جائے گا۔ اے گروہ قریش! تم کو اللہ نے جاہلیت کے تکبر اور آباء پر فخر کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ کل آدمی آدم علیہ السلام سے اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾ [1]

''اے گروہ قریش! تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟''

اس سوالیہ فقرے کو سن کر قریش یعنی اہل مکہ نے کہا کہ ہم ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھلائی کی توقع رکھتے

[1] الحجرات ۴۹:۱۳۔

واپس جائیں

ہیں کیونکہ آپ ﷺ ہمارے بزرگ بھائی اور بزرگ بھائی کے بیٹے ہیں''۔آپ ﷺ نے یہ جواب سن کر فرمایا کہ:

''اچھا، میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ ﴿لَاتَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ اذهبوا فانتم الطلقاء[1] ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب لوگ آزاد ہو۔''

اس خطبہ سے فارغ ہوکر آپ ﷺ کوہ صفا پر جا بیٹھے اور لوگوں سے اللہ اور رسول کی اطاعت کی بیعت لینے لگے۔ مردوں کی بیعت سے فراغت پا کر آپ ﷺ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو عورتوں سے بیعت لینے پر مامور فرمایا اور خود بہ نفس نفیس ان کے لیے استغفار کرتے رہے۔صفوان بن امیہ فتح مکہ کے بعد بہ خوف جان یمن کی طرف بھاگا۔عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے جو اس کی قوم سے تھے، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر صفوان کے لیے امان طلب کی۔آپ ﷺ نے اس کو امان دی اور اس امر کے ثبوت کی غرض سے اپنا عمامہ جو مکہ میں داخل ہوتے وقت آپ ﷺ کے سرمبارک پر تھا، مرحمت فرمایا۔عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ صفوان کو یمن کے قریب سے واپس لائے۔ اس نے نبی اکرم ﷺ سے دو مہینے کی مہلت طلب کی۔آپ ﷺ نے چار مہینے کی مہلت عطا فرمائی۔ یہ صفوان وہ شخص تھا جس نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہوتے وقت مزاحمت کی تھی اور پھر تاب مقادمت نہ لاکر فرار ہوگیا تھا۔ یہی حالت عکرمہ بن ابی جہل کی بھی ہوئی۔اس کو بھی آپ ﷺ نے معاف فرمایا۔ یہ دونوں جنگ حنین کے بعد بخوشی مسلمان ہوگئے تھے۔

حق آیا، باطل سرنگوں ہوگیا:

خانہ کعبہ کے بتوں کا ٹوٹنا گویا تمام ملک عرب کے بتوں کا ٹوٹنا تھا۔ اسی طرح قریش مکہ کا اسلام میں داخل ہوجانا اور اسلام کی اطاعت اختیار کرنا سارے ملک عرب کا مطیع ہوجانا تھا۔ کیونکہ تمام قبائل کی آنکھیں قریش مکہ کی طرف ہی لگی ہوئی تھیں کہ وہ اسلام اختیار کرتے ہیں یا نہیں؟ فتح مکہ کے بعد بہت سے قریش مسلمان ہوگئے تھے لیکن بہت سے اپنے کفر اور بت پرستی پر قائم رہے۔ کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کرنے کی کوشش مطلق نہیں کی گئی، بلکہ مدعا صرف امن وامان قائم کرنا

---

[1] یوسف ۱۲: ۹۲ ...... سورہ یوسف میں اس حوالہ کے تحت صرف اتنا قرآنی متن ہے کہ ﴿لَاتَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ اس کے بعد والے الفاظ رسول اللہ ﷺ کے اپنے ہیں۔

الاصابہ فی تمییز الصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین (اردو)

(صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انسائیکلوپیڈیا)

جلد ٦

تالیف: حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا محمد عامر شہزاد علوی



مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

کے ساتھ جنگ میں شہید ہوئے۔ اور رہا ان کا اپنا تذکرہ تو وہ زبیر بن بکار نے کیا ہے۔

(۸۰۷۱) معاویہ بن ابی سفیان [1]

نسب: معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی، اموی، امیر المومنین۔ حضور علیہ السلام کی بعثت سے پانچ یا سات یا تیرہ سال پہلے پیدا ہوئے۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ [2] نے نقل کیا ہے کہ یہ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے لیکن انہوں نے اپنے اسلام لانے کو چھپائے رکھا، یہاں تک کہ فتح مکہ کے موقع پر اس کا برملا اظہار فرمایا۔ نیز یہ کہ یہ عمرۃ القضا کے موقع پر مسلمان تھے۔

یہ حدیث بخاری میں موجود حدیث کے مخالف ہے اس لیے کہ اس میں ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حج کے مہینوں میں عمرہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ہاں ہم نے عمرہ کیا تھا اور معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت حالت کفر میں تھے۔

اگر پہلی حدیث کو بھی صحیح تسلیم کریں تو یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد نے ان کی گزشتہ حالت پر حکم لگا دیا ہے اس لیے کہ ابھی تک ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ اسلام لا چکے ہیں کیونکہ انہوں نے خود اسلام لانے کو چھپائے رکھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن علی بن حسین کے طریق سے تخریج کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے مروہ پہاڑی کے پاس نبی علیہ السلام کے بال مبارک کاٹے تھے۔

اصل حدیث بخاری میں ہے طاؤس کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان الفاظ میں کہ قَصَّرْتُ بمشقص۔ میں نے استرے سے بال کاٹے۔ یہاں مروہ پہاڑی کا بھی ذکر نہیں ہے۔ لیکن مروہ پہاڑی کے ذکر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ واقعہ عمرے کا ہے اس لیے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر تو آپ نے حلق کروایا تھا اور وہ بھی منیٰ میں جیسا کہ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن سلام جمحی کے طریق سے تخریج کیا ہے کہ ابان بن عثمان فرماتے ہیں کہ معاویہ منیٰ میں اپنی والدہ کے ساتھ ایک لڑکے سے تھے جب کبھی ان سے کوئی لغزش ہو جاتی تو ان کی والدہ کہتی: یہاں سے کھڑے ہو جاؤ، اللہ تمہیں بلندیاں نہ دے۔ تو قریب میں موجود ایک دیہاتی نے ان کی والدہ سے کہا: آپ ایسے کیوں کہہ رہی ہیں؟ حالانکہ میرا خیال یہ ہے کہ آپ کے اس بیٹے کو لوگ اپنا سردار بنائیں گے۔ تو اس نے جواب دیا کہ ہاں ہاں اور کوئی بلند مرتبہ نہیں ملے گا، صرف اپنی ہی قوم کا سردار بن جائے گا۔

ابونعیم فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حساب و کتاب کے بڑے ماہر تھے اور فصیح اللسان تھے، بردبار اور باوقار آدمی تھے۔

خالد بن معدان کہتے ہیں کہ لمبے قد والے سفید گورا رنگ انتہائی نرم مزاج [3] آدمی تھے اور نبی علیہ السلام کی صحبت کا شرف بھی حاصل ہوا اور آپ کے کاتب بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کے بعد ان کو شام کا گورنر بنایا تھا۔ پھر

---

[1] اسد الغابہ (ت: ٤٩٧٧) استیعاب (ت: ٢٤٦٤) [3] مختصر تاریخ دمشق (٤٠٢/٢٤)

[2] معجم الکبیر (الحدیث: ٣٠٥/١٩) مجمع الزوائد (الحدیث: ٣٥٥/٩) مختصر تاریخ دمشق (٤٠٢/٢٤)

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) "جو کچھ تم کو دیں اس کو لے لو" اور جس سے منع کریں اس سے باز آ جاؤ

مُسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (مترجم)

جلد ہشتم

مؤلف

حضرۃ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ

(المتوفی ۲۴۱ھ)

مترجم

مولانا محمد ظفر اقبال

حدیث نمبر: ۱۸۲۵۸ تا حدیث نمبر: ۲۰۰۰۰

مکتبہ رحمانیہ



اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743

ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي رَجُلٌ عَنْ طَارِقٍ التَّمِيمِيِّ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِنَّ [راجع: ۱۹۳۶۷].

(۱۹۴۲۶) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام خواتین کے پاس سے گذرے تو انہیں سلام کیا۔

(۱۹٤۲۷) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ وَالطُّلَقَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ وَالْعُتَقَاءُ مِنْ ثَقِيفٍ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

(۱۹۴۲۷) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے ولی ہیں، طلقاء قریش میں سے ہیں، عتقاء ثقیف میں سے ہیں اور سب قیامت تک ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

(۱۹٤۲۸) قَالَ شَرِيكٌ فَحَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

(۱۹۴۲۸) گذشتہ حدیث اس دوسری سند سے بھی مروی ہے۔

(۱۹٤۲۹) حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَكُونُ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ مَنْ يَعْمَلُ بِالْمَعَاصِي هُمْ أَعَزُّ مِنْهُ وَأَمْنَعُ لَمْ يُغَيِّرُوا عَلَيْهِ إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ بِعِقَابٍ [راجع: ۱۹٤۰٦].

(۱۹۴۲۹) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو قوم بھی کوئی گناہ کرتی ہے اور ان میں کوئی باعزت اور باوجاہت آدمی ہوتا ہے، اگر وہ انہیں روکتا نہیں ہے تو اللہ کا عذاب ان سب پر آجاتا ہے۔

(۱۹٤۳۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ بْنَ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ يُحَدِّثُ عَنْ جَرِيرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِجَرِيرٍ اسْتَنْصِتْ النَّاسَ وَقَالَ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ [راجع: ۱۹۳۸۱].

(۱۹۴۳۰) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں ان سے فرمایا اے جریر! لوگوں کو خاموش کراؤ، پھر اپنے خطبے کے دوران فرمایا میرے پیچھے کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

(۱۹٤۳۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هِلَالٍ الْعَبْسِيِّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطُّلَقَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ وَالْعُتَقَاءُ مِنْ ثَقِيفٍ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

(۱۹۴۳۱) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے ولی ہیں، طلقاء قریش میں

أحكام القرآن

للحجة الإسلام الإمام أبي بكر أحمد بن على الرازي الجصاص

تحقيق

محمد الصادق قمحاوي

عضو لجنة مراجعة المصاحف بالأزهر الشريف

والمدرس بالأزهر الشريف

الجزء الخامس

دار إحياء التراث العربي   مؤسسة التاريخ العربي

بيروت - لبنان

١٤١٢هـ - ١٩٩٢م

بالعصا قال أبو بكر قد اقتضى ظاهر الآية الأمر بقتال الفئة الباغية حتى ترجع إلى أمر الله وهو عموم فى سائر ضروب القتال فإن فاءت إلى الحق بالقتال بالعصى والنعال لم يتجاوز به إلى غيره وإن لم تفىء بذلك قوتلت بالسيف على ماتضمنه ظاهر الآية وغير جائز لأحد الاقتصار على القتال بالعصى دون السلاح مع الإقامة على البغى وترك الرجوع إلى الحق وذلك أحد ضروب الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر وقد قال النبي ﷺ من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذاك أضعف الإيمان فأمر بإزالة المنكر باليد ولم يفرق بين السلاح وما دونه فظاهره يقتضى وجوب إزالته بأى شيء أمكن وذهب قوم من الحشو إلى أن قتال أهل البغى إنما يكون بالعصى والنعال وما دون السلاح وأنهم لا يقاتلون بالسيف واحتجوا بما روينا من سبب نزول الآية وقتال القوم الذين تقاتلوا بالعصى والنعال وهذا لا دلالة فيه على ما ذكروا لأن القوم تقاتلوا بما دون السلاح فأمر الله تعالى بقتال الباغى منهما ولم يخصص قتالنا إياه بما دون السلاح وكذلك نقول متى ظهر لنا قتال من فئة على وجه البغى قابلناه بالسلاح وبما دونه حتى ترجع إلى الحق وليس فى نزول الآية على حال قتال الباغى لنا بغير سلاح مايوجب أن يكون الأمر بقتالنا إياهم مقصوراً على مادون السلاح مع اقتضاء عموم اللفظ للقتال بسلاح وغيره ألا ترى أنه لو قال من قاتلكم بالعصى فقاتلوه بالسلاح لم يتناقص القول به فكذلك أمره إيانا بقتالهم إذ كان عمومه يقتضى القتال بسلاح وغيره وجب أن يجرى على عمومه وأيضاً قاتل على بن أبى طالب رضى الله عنه الفئة الباغية بالسيف ومعه من كبراء الصحابة وأهل بدر من قد علم مكانهم وكان محقاً فى قتاله لهم لم يخالف فيه أحد إلا الفئة الباغية التى قابلته واتباعها وقال النبي ﷺ لعمار تقتلك الفئة الباغية وهذا خبر مقبول من طريق التواتر حتى أن معاوية لم يقدر على جحده لما قال له عبد الله بن عمر فقال إنما قتله من جاء به فطرحه بين أسنتنا رواه أهل الكوفة وأهل البصرة وأهل الحجاز وأهل الشام وهو علم من أعلام النبوة لأنه خبر عن غيب لا يعلم إلا من جهة علام الغيوب وقد روى عن النبي ﷺ فى إيجاب قتال الخوارج وقتلهم أخبار كثيرة متواترة منها حديث أنس وأبى سعيد أن رسول الله ﷺ قال سيكون فى أمتى اختلاف وفرقة قوم يحسنون القول ويسيئون العمل يمرقون من الدين كما يمرق السهم

واپس جائیں

احکام القرآن

از علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفیؒ

(المتوفی ۳۷۰ھ)

مترجم

مولانا عبدالقیوم

شریعہ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

کے ساتھ قتال کا مقتضی ہے۔ آپ نہیں دیکھتے کہ اگر اللہ کا حکم یہ ہوتا کہ "جو شخص تمہارے ساتھ ڈنڈے کے ساتھ لڑائی کرے تم اس کے ساتھ ہتھیار سے لڑو" تو اس صورت میں اس حکم کے اندر کوئی تناقض نہ ہوتا۔ یہی صورت اس حکم کی ہے جو اللہ نے ہمیں اہل بغی کے خلاف قتال کے سلسلے میں دیا ہے کیونکہ اس کا عموم ہتھیار اور غیر ہتھیار دونوں کا مقتضی ہے۔

اس لیے اسے عموم کی صورت میں باقی رکھنا واجب ہے۔ حضرت علیؓ نے بھی ہتھیاروں کے ساتھ باغیوں کے خلاف جنگ کی تھی۔ آپ کے ساتھ جلیل القدر صحابۂ کرام تھے جن میں بدریین (غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے) بھی تھے۔ حضرت علیؓ ان باغیوں کے خلاف جنگ کرنے میں برحق تھے۔ کسی نے آپ کی مخالفت نہیں کی صرف یہ باغی گروہ اور اس کے ہمنواجن کا آپ نے مقابلہ کیا تھا اس معاملے میں آپ کے مخالف تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے فرمایا تھا (تقتلك الفئة الباغية تمہیں باغی گروہ قتل کردے گا) یہ حدیث تواتر کی بنا پر خبر مقبول کا درجہ رکھتی ہے حتیٰ کہ حضرت معاویہؓ کو بھی اس کے انکار کی ہمت نہیں ہوئی۔ جب حضرت ابن عمرؓ نے ان سے اسے بیان کیا اس موقعہ پر انھوں نے صرف اتنا ہی کہا۔ "عمار کو دراصل اس نے قتل کیا جو انھیں اپنے ساتھ لے کر آیا تھا (اشارہ حضرت علیؓ کی طرف ہے) اور پھر انھیں ہمارے نیزوں کے درمیان پھینک گیا"۔ اس حدیث کی اہل کوفہ، اہل بصرہ، اہل حجاز اور اہل شام سب نے روایت کی ہے۔

یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے کیونکہ یہ آئندہ رونما ہونے والے واقعہ کے متعلق اطلاع ہے جس کا علم صرف علام الغیوب کی طرف سے اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ خوارج کے خلاف جنگ کرنے اور انھیں قتل کرنے کے ایجاب کی بہت سی روایتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں جو حد تواتر کو پہنچتی ہیں۔

حضرت انسؓ اور حضرت ابوسعیدؓ نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری امت میں عنقریب اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ ایک گروہ ایسا ہوگا جو باتیں تو بڑی اچھی کرے گا لیکن اس کے اعمال بہت برے ہوں گے، وہ دین سے اس طرح نکل جائے گا جس طرح تیر اپنے نشانے سے پار نکل جاتا ہے۔ یہ لوگ واپس نہیں ہوں گے جب تک کہ تیر واپس نہ آجائے (اور یہ محال ہے) یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں۔ سعادت ہے اس شخص کے لیے جو انھیں قتل کرے یا ان کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔ یہ لوگ کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے لیکن کتاب اللہ کے ساتھ خود ان کا

المرتضیٰ (کرّم اللہ وجہہٗ)

(تیسرا ایڈیشن اہم ترمیمات و تصحیحات و اضافات کے بعد)

یعنی امیرالمومنین سیدنا علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہٗ کی مفصل سوانح حیات، خاندانی خصوصیات، وہبی کمالات، خلفاء کی ترتیبِ زمانی میں حکمتِ الٰہی و مصلحتِ اسلامی، اسلام کے مفاد میں خلفائے ثلاثہؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کا بے نظیر اخلاص و تعاون، خلافتِ مرتضوی کا عہد اور اس کی عظیم مشکلات، بے نظیر زاہدانہ سیرت و مصلحانہ و مربیانہ کردار، فرزندانِ والا مرتبت (حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ) کی عطر بیز سیرت و اخلاق اور ان کے اپنے اپنے وقت میں صحیح فیصلے اور اقدامات، آلِ رسول (سادات کرام) کے اعلیٰ اخلاق و شمائل، امت کی اصلاح و تربیت کی دائمی فکر، اسلام کی تبلیغ و اشاعت، جہاد فی سبیل اللہ اور ممالک اسلامیہ کی حفاظت و دفاع میں ہر عہد میں ان کا قائدانہ و اولو العزمانہ کردار، مستند کتب تاریخ، ناقابلِ انکار واقعات و حقائق اور تجزیاتی و تقابلی مطالعے کی روشنی میں۔

مفکرِ اسلام مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ

مجلس نشریاتِ اسلام

۱۔کے۔۳ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۷۴۶۰۰

حالتِ اضطرار جس سے یہ اُمّت کبھی گزر سکتی ہے۔ سیّدنا علیؓ کا اُسوہ

خدائے دانا و بینا کو معلوم تھا کہ یہ اُمّت جس کے کاندھوں پر سارے عالم کی تولیت TRUSTEESHIP کا بار ڈالا گیا ہے اور جس کا فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ دنیا کا دینی و اخلاقی احتساب اور اقوام و ملل کی قیادت کرے اس کو ضرور ایسے حالات سے بھی گزرنا ہوگا جس میں کبھی طاعت و فرمانبرداری کا مظاہرہ ہوگا اور کبھی بغاوت و نافرمانی کا، بیرونی حملے بھی ہوں گے اور اندرونی سازشیں بھی ہوں گی کہ یہی فطرتِ انسانی ہے، لہٰذا ہر موقع کے لئے خاص احکام بتا دیئے، اور اس طرح کے مختلف مواقع کے لئے ایسے رہنما اور سربراہ بھی پیدا کر دیئے، جنھوں نے اپنے عملی کردار سے مثالی نمونے قائم کر دیئے کہ ایسی صورت ہو تو یوں کرو، اور اگر یہ صورت پیش آجائے تو اس طرح پیش آؤ، ان لوگوں نے اُمّت کے لئے ہر صورت حال کے لئے ایک مثال چھوڑ دی تاکہ اُمّت جب اس طرح کے حالات سے گزرے تو اس کے سامنے تاریکی نہ رہے۔

لہٰذا جس طرح اللہ کی راہ میں جہاد، بُت پرستوں اور اہلِ کتاب سے معرکہ آرائی، باغی مرتد افراد سے قتال ضروری تھا، اسی طرح خواہ یہ بات دل کو کتنی ہی بُری لگے مگر امر واقعہ ہے کہ خود اہلِ قبلہ کے درمیان آپس میں اختلاف ہونا اور خود مسلمانوں کی صف میں رخنہ پڑ جانا اور امامِ وقت کے ساتھ بغاوت کا ابھرنا قدرتی بات ہے لہٰذا ان حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے خیر القرون کا ایک اُسوہ درکار تھا اور ایسے امام وقت کا اُسوہ جس کی اقتداء کی جا سکے، اور جس کو نمونہ بنایا جا سکے۔

حضرت سفیان بن عُیینہ رحمۃ اللہ علیہ جو ایک بڑے تابعی بزرگ ہیں، انھوں نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: "اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

کو چار قسم کی تلواریں عطا کی تھیں۔

ایک تلوار تو وہ تھی جس سے آپؐ نے خود صنم پرستوں سے مقابلہ کیا، دوسری تلوار وہ تھی جس سے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتد قبیلہ سے جنگ کی اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

"تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ" (سورۃ الفتح۔۱۶)

اور ایک تلوار وہ تھی جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں اور اہلِ کتاب سے معرکہ سر کیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ .... الآيۃ۔ (سورۃ التوبۃ۔۲۹)

اور ایک تلوار وہ تھی جس سے علی رضی اللہ عنہ نے صف شکن، قاطع بیعت اور حدود حق سے تجاوز کرنے والوں سے قتال کیا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ[1] (سورۃ الحجرات۔۹)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:۔

ما قاتل أحدٌ علیاً إلا وعلیٌّ أولی بالحق منہ ولولا ما سار علیٌّ فیھم ما علم أحدٌ کیف السیرۃ فی المسلمین[2]۔	حضرت علیؓ سے جس نے بھی جنگ کی اس پر حق پر علیؓ ہی تھے اور اگر حضرت علیؓ ان سے اس طرح کا معاملہ نہ کرتے تو کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ مسلمانوں کے درمیان آپس میں جب اختلاف ہو تو کیا طرزِ عمل اختیار کیا جائے۔

---

[1] المبسوط للامام السرخسی ج ۱۰ ص ۲ [2] مناقب الامام الأعظم از صدر الأئمہ موفق ابن احمد المکی۔ ج ۲ ص ۸۳ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد الہند ۱۳۲۱ھ

ارواحِ ثلاثہ

یعنی

حکایاتِ اولیاء

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے خاندان
کے تمام مشائخ اور اکابر علماء ومشائخ دیوبند کے حالات
وحکایات پر نہایت مستند اور دلچسپ کتاب

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

مکتبہ عمر فاروقؓ
4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345

محمد اسحاق صاحب کے کچھ انتظامی شان تھی چوتھے سخی مولانا اسمٰعیل صاحب کے صاحبزادے مولوی محمد عمر صاحب تھے یہ پورے کھوج کھوؤ اور گھر کھوؤ تھے ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کوئی ٹوپی مانگتا تو ٹوپی دیدیتے اسکے بعد یہ کہتے کہ لو یہ عمامہ بھی لیجاؤ' پھر کہتے کہ اچھا یہ کرتہ بھی لیلو حتی کہ پاجامہ بھی دیدیتے تھے۔

حکایت (۲۷) خانصاحب نے فرمایا کہ جب شاہ صاحب کا تحفہ لکھنؤ پہنچا ہے تو لکھنو کے نواب نے جو اسوقت بر سر حکومت تھا مجتہدین شیعہ سے درخواست کی کہ اسکا جواب لکھا جاوے مجتہدین میں سے دلدار علیخاں نے جواب کا بیڑا اٹھایا لیکن تحفہ کی زبان چونکہ بینظیر تھی اسلیے مرزا قتیل سے درخواست کی گئی کہ مضامین قبلہ و کعبہ لکھیں اور آپ اپنی عبارت میں ادا کردیں تاکہ مضامین کا جواب مضامین سے اور عبارت کا جواب عبارت سے ہو جاوے مگر قتیل نے عذر کیا اور کہا کہ میں شاہ صاحب کی سی فارسی عبارت لکھنے پر قادر نہیں ہوں اور اسکی تائید میں اس نے بیان کیا کہ دلی میں ایک رنڈی سے میری آشنائی ہے اور میں نے نہایت دماغ سوزی سے اور اپنی پوری قابلیت صرف کر کے اسے ایک خط لکھا تھا وہ رنڈی خط کو دلی کے تمام لائق فائق لوگونکے پاس لے گئی اور درخواست کی کہ اسکا جواب لکھدیا جاوے مگر اس کے جواب کا کسی نے اقرار نہیں کیا مجبور ہو کر وہ اس خط کو شاہ صاحب کے خدمت میں لے گئی اور ظاہر کیا کہ میں تمام جگہ پھر چکی ہوں حضور اسکا جواب لکھدیں شاہ صاحب نے خط سنتے ہی فی البدیہہ اسکا جواب لکھوادیا[1] وہ خط چھ مہینے سے میرے پاس رکھا ہے اور میں کوشش کرتا ہوں کہ اسکا جواب لکھوں مگر ابتک مجھ سے اس کا جواب نہیں ہو سکا اب آپ غور فرمالیں کہ میں تحفہ کی عبارت کا جواب کسطرح دے سکتا ہوں جب قتیل نے عذر کیا تو ناچار قبلہ و کعبہ نے خود ہی جواب لکھا اس جواب کو نواب صاحب نے مرزا قتیل کے

---

[1] اگر کسی کو وسوسہ ہو کہ ظاہر افسق ہی کا علاقہ تھا تو اس کی تقویت و اعانت کیسے کی؟ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ قاتلہ اور قتیل دونوں اس قابل نہ رہے ہوں صرف اظہار لیاقت ہی کے لیے مکاتبت ہوئی ہو تو معین پر بدگمانی کا کچھ حق نہیں۔
ان بعض الظن اثم را بخواں (اشرف علی) ... از ظن خطاے بدگمان

سامنے پیش کیا اور پوچھا کہ بتلایئے کیسا جواب ہے مرزا قتیل نے اسکو دیکھ کر کہا کہ 'اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو عرض کروں نواب صاحب نے فرمایا کہ فرمایئے مرزا قتیل نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ قبلہ وکعبہ سے تو اپنی کتاب کا نام بھی رکھنا نہ آیا شاہ صاحب تو تحفہ پیش کرتے ہیں اور قبلہ وکعبہ تحفہ کا جواب تلوار سے دیتے ہیں (مرزا قتیل کے اس اعتراض کا منشاء یہ تھا کہ قبلہ وکعبہ نے اپنی کتاب کا نام ذوالفقار رکھا تھا) اسکے بعد قبلہ وکعبہ نے فرمایا کہ اچھا عبارت کی نسبت کچھ فرمایئے' قتیل نے کہا کہ حضور! کہاں جائس کا جولاہا اور کہاں دلی کی سیڑھیوں کا بیٹھا ہوا شہدہ۔ (یہ قتیل نے اس لئے کہا کہ قبلہ وکعبہ جائس کے تھے اور جائس کے جولا ہے حضور

واپس جائیں

حکایت (۲۸) خاں صاحب نے فرمایا کہ میرے استاد میانجی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے درمیان جناب رسول اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے متعلق اختلاف تھا شاہ عبدالعزیز صاحب تو یہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے اور دل گواہی دیدے کہ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو خواہ کسی شکل میں دیکھے اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھا اور شاہ رفیع الدین صاحب یہ فرماتے تھے کہ جو صورت آپکی واقعی تھی اگر اسمیں بال برابر بھی تفاوت ہے تو اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا مثلاً اگر آپ کے بیس بال سفید تھے اور دیکھنے والے نے اکیس دیکھے تو اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور اسکی دلیل یہ بیان فرماتے تھے کہ اگر صحابہ کے زمانہ میں کوئی شخص جناب ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا دعویٰ کرتا تو صحابہ اس سے حلیہ دریافت کرتے [1] اور بغیر اسکے تصدیق نہ کرتے اور اس بارہ میں دونوں بھائیوں میں تحریریں ہوئی ہیں لیکن زبانی گفتگو کبھی نہیں ہوئی بلکہ اگر کسی وجہ سے مجلس میں اسکا تذکرہ بھی چھڑ گیا اور شاہ عبدالعزیز صاحب اس مسئلہ پر تقریر فرمانے لگے تو شاہ رفیع الدین صاحب بالکل خاموش سنتے

---

[1] اس کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ خاص ان صحابہ کا یہی مسلک ہوگا سب سے ایسا سوال منقول نہیں یا اس زمانہ کی استعداد کا یہی مقتضا کہ تمثل بعید ہو تا ہو تو اس سے ضعیف الاستعداد کے لیے تمثل بعید کا بطلان لازم نہیں آتا۔

باسمہٖ تعالیٰ

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اہلِ علم و دانش سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں

الحمد للہ والمنۃ مسلکِ امامِ اعظم ابوحنیفہ اور فتاویٰ حنفیہ پر مشتمل

اُردو ترجمہ

دُرُّ المختار

الموسوم بہ

غایۃ الاوطار

جلد دوم

مترجمہ مولانا خرم علی و مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمہما اللہ تعالےٰ

دُرِّ المختار اور اس کی مبسوط شرح فتاویٰ شامی یعنی ردّ المحتار کا مکمل اردو ترجمہ علماء کی ضروری تشریحات و توضیحات پر مشتمل خزینہ اور علماءِ کرام، مفتیانِ عظام اور خواص و عوام کیلئے ایک قیمتی سرمایہ



ناشر

سعید ایچ ایم کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

اس میں ایک شئی کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہیں چہ جائے اباحت جمیع اشیاء اور شئی اللہ کے کفر ہونے کی شاید یہ وجہ ہے کہ قائل نے چیز اللہ تعالیٰ کے لئے مانگی حالانکہ حق تعالیٰ ہر چیز سے غنی ہے سب خلق اُس کے محتاج ہیں اور لائق یوں ہے کہ اس قول میں عدم تکفیر کو ترجیح دیجئے اس واسطے کہ اس کی تاویل یوں ہو سکتی ہے کہ قائل کہے کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں شئی کو طلب کروں اللہ تعالیٰ کے اکرام کے واسطے شارح نے اس کو باختصار نقل کیا شرح وہبانیہ میں اس طرح ہے (ومن قال شئی للہ بعض یکفر ؛ ویخشی علیہ الکفر بعض یقرر ؛) کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یوں کہا کرتے ہیں یا عبد القادر شئی للہ اس میں راجح عدم تکفیر ہے لیکن خوف کفر سے خالی نہیں چنانچہ بیت وہبانیہ کی اُس پر نص ہے تو ترک اس قول کا لازم ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنے میں اس واسطے کفر نہیں کہ حضور بمعنی علم ہے اور نظر بمعنی رویت ہے قال اللہ تعالیٰ (الم تعلم بان اللہ یری) تو گویا اُس نے حق تعالیٰ کو یوں ندا کی کہ یا عالم یا من یری (ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ ؛ ولا سیما بالدف یلہو ویزمر ؛) اور جو رقص کو حلال جانے اُس کا کفر علماء نے بیان کیا ہے خصوصاً وہ رقص کرنے والا جو دف پر ناچے اور حالت لادے م قرطبی نے نقل کیا کہ یہ راگ اور ضرب قصب اور رقص حرام ہے امام مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتویٰ یہ ہے کہ مستحل اس رقص کا کافر ہے جب معلوم ہوا کہ اُس کی حرمت بالاجماع ہے تو لازم آیا کہ اس کا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی (ومن لولی قال طی مسافۃ ؛ یجوز جہول ثم بعض یکفر ؛ واثباتہا فی کل ما کان خارقا ؛ عن النسفی النجم یروی ویذکر ؛) اور جو ولی کے واسطے طے مسافت جائز کہے وہ جاہل ہے پھر بعضوں نے اُس کی تکفیر ہے اور اثبات کرامت کا ہر خارق عادت میں امام نجم الدین نسفی سے مروی ہے اور منقول ہے یعنی نصرت عموم خوارق عادات کی امام محمد کے اس قول سے ثابت ہے کہ ہم کرامات اولیا کے مومن ہیں اس واسطے کہ قول طے مسافت کو بھی عام ہے مگر جو نص قاطع سے ثابت ہو چکا کہ محال ہے جیسے قرآن کے مانند کلام کا ہونا وہ البتہ داخل کرامات نہیں چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل حدود میں اس کا بیان گذر گیا ۔

باب البغاۃ

یہ باب ہے باغیوں کے احکام میں جب حکم قتال کفار سے فراغت ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاوت شعار شروع ہوا البغی لغۃ الطلب ومنہ ذلک ما کنا نبغی لغی لغت عرب میں بمعنی طلب ہے اور منجملہ بمعنی طلب یہ آیت ہے (ذلک ما کنا نبغی) یہ وہ چیز ہے جس کو ہم طلب کرتے تھے م صحاح میں ہے کہ بغی عبارت ہے تعدی اور بہر مجاوزت اور افراط سے وعرفا طلب ما لا یحل من جور وظلم فتح اور عرف میں بغی عبارت ہے اُس چیز کی طلب سے جو حلال نہیں جور اور ظلم سے کذا فی الفتح وشرعا ہم الخارجون عن طاعۃ الامام الحق بغیر حق فلو بحق فلیسوا ببغاۃ وتمامہ فی جامع الفصولین اور شرع میں باغی وہ لوگ ہیں جو خارج ہوئے امام حق کی اطاعت سے ناحق اور اگر امر حق پر خروج کریں تو وہ باغی نہیں اور اس کی تمام تقریر جامع الفصولین میں ہے کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجتماع کیا اور اس کے سبب سے امن میں ہو گئے پھر ایک جماعت مسلمین نے اُس پر خروج کیا سو اگر یہ خروج امام کے ظلم کے سبب ہوا تو یہ لوگ باغی نہیں باقی مسلمان نہ امام کی اعانت کریں کہ اعانت علی الظلم ہے اور نہ اہل خروج کی اعانت کریں کہ اعانت علی الخروج ہے اور اگر خروج مسلمین کا بسبب ظلم کے نہ ہو بلکہ بدعویٰ حقیقت اور ولایت کے ہو تو وہ لوگ اہل بغی ہیں مسلمین پر نصرت امام کی واجب ہے قلانسی نے کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر علی مرتضیٰ نہ ہوتے تو ہم کو قتال اہل قبلہ معلوم نہ ہوتا جناب مرتضوی اور اُن کے ساتھی اہل حق تھے اور مخالف اُن کے اہل بغی اور ہمارے زمانہ میں غلبہ کا اعتبار ہے فرقہ عادلہ اور باغیہ معلوم نہیں ہوتا کہ سب طالب دنیا ہیں انتہی ملخصاً کذا فی الطحطاوی ثم الخارجون عن طاعۃ الامام ثلثۃ قطاع الطریق

ف حرمت رقص باجماع فقہاء اربعہ ۔ ۱؎ اور جس نے کہا شئی للہ تو بعض اس کو کافر کہتے ہیں اور بعض یہ تقریر کرتے ہیں کہ اس پر خوف ہے ۱۲ ۔
۲؎ لے جانے والے ای وہ شخص کہ دیکھتا ہے ۱۲ ۳؎ یہ ترجمہ ٹھیک نہیں کیوں کہ زمر کے معنے نی بجانے کے ہیں نہ حالت لانے کے تو ترجمہ یوں مناسب تھا کہ دف سے کھیلے اور بانسری بجاوے ۱۲

وعلم حکمہم ولبغاۃ وتسمی حکمہم خوارج وہم قوم لہم منعۃ خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلہم یستحلون دمائنا واموالنا ویسبون نسائنا ویکفرون اصحاب نبینا علیہ افضل الصلوۃ والسلام وحکمہم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اطاعت امام سے خارج ہونے والے تین قسم ہیں ایک قطاع الطریق یعنی اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت اور اُن کا حکم معلوم ہو گیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہیں جانتے جس کو خوارج مباح جانتے ہیں اور ان کا حکم آتا ہے اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہیں جن کے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہے امام پر خارج ہوئے ہیں تاویل سے گمان کرتے ہیں کہ امام باطل پر ہے باعتبار کفر اور ایسی معصیت کے جو موجب قتال ہے امام کا اُن کی تاویل سے وہ حلال جانتے ہیں ہم اہل اسلام کے خونوں اور مالوں کو اور بندی کرتے ہیں ہماری عورتوں کو اور کافر کہتے ہیں ہمارے نبی افضل الصلوۃ والسلام کے اصحاب کو اُن کا حکم مانند حکم باغیوں کے ہے باجماع فقہاء چنانچہ اس کی تحقیق فتح القدیر میں کی ہے م فتح القدیر میں ہے کہ جمہور فقہا اور محدثین کے نزدیک خوارج در حکم بغاۃ ہیں اور بعضے محدثین اُن کے کفر کے قائل ہیں ابن منذر نے کہا میں نہیں جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا تو تکفیر خوارج میں اور یہ مقتضی ہے اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط میں مذکور ہے کہ بعضے فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہیں کرتے اور بعضے کرتے ہیں اس بدعت والے کی جس کی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہے اور صاحب محیط نے اس کو اکثر اہل سنت کی طرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنی عدم تکفیر اثبت ہے ہاں یہ البتہ ہے کہ اہل مذہب کے کلام میں اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہے لیکن تکفیر ان فقہا کے کلام میں وارد نہیں جو مجتہدین ہیں اور غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہے اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف ہے انتہی حلبی نے کہا کہ کلام وجیہ ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مقتضی ہے عدم تکفیر اُن رافضیوں کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہیں حالانکہ یہ صریح کفر ہے طحطاوی نے کہا اس کا جواب ممکن ہے کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے رافضی مذکورین کی تکفیر مستثنیٰ ہے اس واسطے کہ ان کی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہے واللہ اعلم وانما لم نکفرہم لکونہ عن تاویل وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہیں کرتے تو اس سبب سے کہ اُن کا قتال اور استحلال تاویل سے ہے اگرچہ یہ تاویل باطل ہے بخلاف مستحل بلا تاویل کے کہ اس کی تکفیر صریح ہے چنانچہ کتاب الصلوۃ کے اندر باب الامامۃ میں مذکور ہو چکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمہ فی رعیتہ خوفا من قہرہ وجبروتہ اور امام ہو جاتا ہے امام دو چیز سے اشراف اور رئیسوں کے بیعت کرنے سے اور اس کہ اس کا حکم جاری ہو جائے اس کی رعیت میں اس کے غالب ہونے اور دبدبہ سے م امامت ثابت ہوتی ہے اہل حل وعقد کی بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت میں سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی شرط نہیں بلکہ جماعۃ علماء یا جماعہ اہل رائے اور تدبیر کی بیعت کافی ہے۔ کذا فی الطحطاوی عن المسایرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم لا یصیر اماما سو اگر لوگوں نے ایک امام سے بیعت کی اور اُس کا حکم نافذ نہ ہوا اُن میں بسبب اُس کے عاجز ہونے کے اُس کے مغلوب ہونے سے تو وہ امام نہ ہوگا فاذا صار اماما فجار لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید والا ینعزل بہ لانہ مفید خانیۃ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جب کہ ایک شخص بشروط مذکورہ امام ہوا پھر اُس نے ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہ ہوگا اگر اس کے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہو اس واسطے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہو جائے گا تو معزول کرنا مفید نہ ہوگا اور اگر اُس کے واسطے قوت حاصل نہیں تو بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اس واسطے کہ وہ مفید ہے اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام میں ہے فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعتہ او طاعۃ نائبہ الذی الناس بہ فی امان ورد وغلبوا علی بلدۃ دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا پھر جب کہ جماعت مسلمین نے امام کی اطاعت سے خروج کیا یا اُس کے اُس نائب کی اطاعت سے خروج کیا جس کے سبب سے لوگ امان میں ہیں کذا فی الدر اور مسلمین مذکورین غالب ہو گئے ایک شہر پر تو امام اُن کو اپنی

شرح

فتح القدير

تأليف

الإمام كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي ثم السكندري

المعروف بابن الهمام الحنفي

المتوفى سنة ٨٦١هـ

على

الهداية شرح بداية المبتدي

تأليف

شيخ الإسلام برهان الدين علي بن أبي بكر المرغيناني

المتوفى سنة ٥٩٣ هـ

علق عليه وخرج آياته وأحاديثه

الشيخ عبد الرزاق غالب المهدي

الجزء السابع

يحتوي على الكتب التالية:

تتمة كتاب البيوع - الصرف - الكفالة - الحوالة - أدب القاضي

الشهادات - الرجوع عن الشهادة - الوكالة

منشورات

محمد علي بيضون

لنشر كتب السنة والجماعة

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

واپس جائیں

فيلهم. (**ثم يجوز التقلد من السلطان الجائر كما يجوز من العادل**) لأن الصحابة رضي الله عنهم تقلدوه من معاوية رضي الله عنه والحق كان بيد عليّ رضي الله عنه في نوبته، والتابعين تقلدوه من الحجاج وكان جائزاً إلا إذا كان لا يمكنه من القضاء بحق لأن المقصود لا يحصل بالتقلد، بخلاف ما إذا كان يمكنه.

قوله: (**ويجوز التقلد من السلطان الجائر كما يجوز من العادل لأن الصحابة رضي الله عنهم تقلدوه من معاوية رضي الله عنه والحق كان بيد عليّ رضي الله عنه في نوبته، والتابعين تقلدوا من الحجاج**) هذا تصريح بجور معاوية، والمراد في خروجه لا في أقضيته، ثم إنما يتم إذا ثبت أنه ولي القضاء قبل تسليم الحسن له، وأما بعد تسليمه فلا، ويسمى ذلك العام عام الجماعة، واستقضى معاوية أبا الدرداء بالشام وبها مات، وكان معاوية رضي الله عنه استشاره فيمن يولي بعده فأشار عليه بفضالة بن عبيد الأنصاري فولاه الشام بعده[1]. وقوله في نوبته: نوبة عليّ التي ذكرها المصنف هي كونه رابعاً بعد عثمان، وقيد بنوبته احترازاً عن قول الروافض إنه كان أحق بها في سائر النوب حتى من أبي بكر رضي الله عنه، وإنما كان الحق معه في تلك النوبة لصحة بيعته وانعقادها فكان على الحق في قتال أهل الجمل وقتال معاوية بصفين. وقوله عليه الصلاة والسلام لعمار: «ستقتلك الفئة الباغية»[2] وقد قتله أصحاب معاوية يصرح بأنهم بغاة، ولقد أظهرت عائشة رضي الله عنها الندم كما أخرجه ابن عبد البرّ في الاستيعاب قال: قالت رضي الله عنها لابن عمر: يا أبا عبد الرحمن ما منعك أن تنهاني عن مسيري؟ قال: رأيت رجلاً غلب عليك: يعني ابن الزبير، فقالت: أما والله لو نهيتني ما خرجت. وأما الحجاج فحاله معروف في تاريخ البخاري بسنده عن أبي إسحاق قال: كان أبو بردة بن أبي موسى على قضاء الكوفة فعزله الحجاج وجعل أخاه مكانه. وأسند في موضع آخر

بمن يسوّي شعره، فجعل الحلاق يحلق بعض الشعر من تحت ذقنه إذ عطس فأصابه الموسى وألقى رأسه بين يديه. ثم قال المصنف (**والصحيح أن الدخول فيه رخصة طمعاً في إقامة العدل**) روى الحسن عن أبي يوسف ومحمد أنه إذا قلد من غير مسألة لا بأس به وقال (**الترك عزيمة لأنه قد يخطىء ظنه**) فيما اجتهد (**ولا يوفق له**) إذا كان مجتهداً (**أو لا يعينه عليه غيره ولا بد من الإعانة**) إن كان غير مجتهد. وقال شمس الأئمة السرخسي في شرح أدب القاضي للخصاف: دخل في القضاء قوم صالحون واجتنبه قوم صالحون؛ وترك الدخول فيه أصلح وأسلم لدينه لأنه يلتزم أن يقضي بحق ولا يدري أيقدر على الوفاء به أو لا، وفي ترك الدخول صيانة نفسه، وهذا إذا كان في البلد غيره من يصلح للقضاء (**فأما إذا كان هو الأهل دون غيره فحينئذ يفترض عليه الدخول صيانة لحقوق العباد**) في حقهم (**وإخلاء للعالم عن الفساد**) في الحدود والقصاص، فإذا كان في البلد قوم يصلحون للقضاء فامتنع كل واحد منهم عن الدخول فيه أثموا إن كان السلطان بحيث لا يفصل بينهم وإلا فلا، ولو امتنع الكل حتى قلد جاهل اشتركوا في الإثم لأدائه إلى تضييع أحكام الله تعالى. قال: (**وينبغي أن لا يطلب الولاية ولا يسألها الخ**) من صلح للقضاء ينبغي أن لا يطلب الولاية بقلبه ولا يسألها بلسانه لما روى أنس بن مالك رضي الله عنه من قوله عليه الصلاة والسلام: «من طلب القضاء وكل إلى نفسه، ومن أجبر عليه نزل عليه ملك يسدده» وكل بالتخفيف: أي فوّض أمره إليها، ومن فوّض أمره إلى نفسه لم يهتد إلى الصواب لأن النفس أمّارة بالسوء، لأن من طلب القضاء فقد اعتمد فقهه وورعه وذكاءه

قوله: (**احتراز عما يقوله الروافض**) أقول: ويحتمل أن يكون احتراز عن خلافة معاوية استقلالاً.

---

(١) ذكر هذه الآثار الزيلعي في نصب الراية ٤/ ٦٩.

(٢) صحيح. أخرجه البخاري ٤٤٧ ومسلم ٢٩١٥ وابن سعد ٣/ ٢٥٢ـ ٢٥٣ وأحمد ٣/ ٩٠ـ ٩١ والطيالسي ٢١٦٨ وابن حبان ٧٠٧٨ و ٧٠٧٩ من طرق كلهم من حديث ابن عباس وكرره البخاري ٢٨١٢ في الجهاد في باب: مسح الغبار عن الرأس في سبيل الله. وفيه قصة بناء مسجد رسول الله ﷺ قال أبو سعيد: كنا نحمل لَبِنَةً، وعمال لَبِنَتَيْن لَبِنَتَيْن، فرآه النبي ﷺ، فجعل ينفض التراب عن رأسه ويقول: يا ويح عمار تقتله الباغية، عمارٌ يدعوهم إلى الله ويدعونه إلى النار!؟ هذا السياق للبخاري وغيره.
وورد من حديث أم سلمة. أخرجه مسلم ٢٩١٦ من طرق والطيالسي ١٥٩٨ وابن سعد ٣/ ٢٥٢ والنسائي في فضائل الصحابة ١٧٠ وابن حبان ٦٧٣٦ والبيهقي ٨/ ١٨٩ وفي الدلائل ٦/ ٤٢٠ من طرق كلهم من حديث أم سلمة باختصار.

موسوعة
فتح الملهم
بشرح صحيح الإمام مسلم بن الحجاج القشيري رحمه الله

تأليف
الشيخ شبير أحمد العثماني رحمه الله
تعليقات
العلامة المفتي محمد رفيع العثماني
التخريج والترقيم
نور البشر بن نور الحق
مراجعة وتدقيق وتكملة
محمود شاكر

كتاب المساجد ومواضع الصلاة
كتاب صلاة المسافرين وقصرها

الجزء الرابع

دار إحياء التراث العربي
بيروت - لبنان

الطبعة الأولى

1426 هـ - 2006 م

دار إحياء التراث العربي

بيروت - لبنان

بيروت - لبنان - بناية كليوبترا - شارع دكاش

ص.ب: 7957/11 الرمز البريدي: 2250 1107

هاتف: 540000 - 544440 فاكس: 850717

Beirut - Liban - Imm Kileopatra - Rue Dakkache

P.O.Box 11\7957 Postal Code 1107 2250

Tel.Off: 544440 - 540000 Fax: 850717

ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ أَعْدَاءُ اللّٰهِ، الْكَفَرَةُ الضُّلَّالُ. ثُمَّ إِنِّي لا أَدَعُ بَعْدِي شَيْئاً أَهَمَّ عِنْدِي مِنَ الْكَلَالَةِ. مَا رَاجَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فِي شَيْءٍ مَا رَاجَعْتُهُ فِي الْكَلَالَةِ. وَمَا أَغْلَظَ لِي فِي شَيْءٍ مَا أَغْلَظَ لِي فِيهِ، حَتَّى طَعَنَ بِإِصْبَعِهِ فِي صَدْرِي. فَقَالَ: «**يَا عُمَرُ، أَلا تَكْفِيكَ آيَةُ الصَّيْفِ الَّتِي فِي آخِرِ سُورَةِ النِّسَاءِ؟**» وَإِنِّي إِنْ أَعِشْ أَقْضِ فِيهَا بِقَضِيَّةٍ يَقْضِي بِهَا مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَمَنْ لا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ. ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ، إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلَى أُمَرَاءِ الأَمْصَارِ. وَإِنِّي إِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَيْهِمْ لِيَعْدِلُوا عَلَيْهِمْ، وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمْ، وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ ﷺ، وَيَقْسِمُوا فِيهِمْ فَيْئَهُمْ، وَيَرْفَعُوا إِلَيَّ مَا أَشْكَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ أَمْرِهِمْ. ثُمَّ إِنَّكُمْ، أَيُّهَا النَّاسُ، تَأْكُلُونَ شَجَرَتَيْنِ لا

واپس جائیں

وتطاول عمرو بن العاص للشورى، فقال له عمر: «اطمئن كما وضعك الله، والله لا جعلت فيها أحداً حمل السلاح على رسول الله ﷺ».

وقال مرة: «إن هذا الأمر لا يصلح للطلقاء، ولا لأبناء الطلقاء، ولو استقبلت من أمري ما استدبرت ما جمعت ليزيد بن أبي سفيان، ومعاوية بن أبي سفيان ولاية الشام» فيحتمل أن يكون عمر رضي الله عنه أراد بالطاعنين هؤلاء الآبين كونها في أهل البيت، وقد يشهد لذلك قوله: «أنا ضربتهم بيدي هذه على الإسلام» كذا في إكمال إكمال المعلم. والله أعلم.

قوله: (في الكلالة) الخ: وقد اختلف في تفسير الكلالة، والجمهور على أنه من لا ولد له ولا والد، واختلف في بنت وأخت هل ترث الأخت مع البنت، وكذا في الجد هل يتنزل منزلة الأب، فلا ترث معه الإخوة.

قال السهيلي: «الكلالة من الإكليل المحيط بالرأس، لأن الكلالة وراثة تكللت العصبة، أي أحاطت بالميت من الطرفين، وهي مصدر كالقرابة، وسمي أقرباء الميت كلالة بالمصدر كما يقال: هم قرابة، أي ذوو قرابة، وإن عنيت المصدر قلت: ورثوه عن كلالة، وتطلق الكلالة على الورثة مجازاً، قال: ولا يصح قول من قال: الكلالة: المال، ولا الميت، إلا على إرادة تفسيره معنى، من غير نظر إلى حقيقة اللفظ. ثم قال: ومن العجب أن الكلالة في الآية الأولى من النساء لا يرث فيها الإخوة مع البنت، مع أنه لم يقع فيها التقييد بقوله: ﴿لَيْسَ لَهُۥ وَلَدٌ﴾ [النساء: ١٧٦] وقيد به في الآية الثانية مع أن الأرض فيها ورثت مع البنت والحكمة فيها أن الأولى عبّر فيها بقوله تعالى: ﴿وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ﴾ [النساء: ١٢] فإن مقتضاه الإحاطة بجميع المال، فأغنى لفظ «يورث» عن القيد، ومثله قوله تعالى: ﴿وَهُوَ يَرِثُهَآ إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ﴾ [النساء: ١٧٦] أي يحيط بميراثها. وأما الآية الثانية فالمراد بالولد فيها: الذكر، كما تقدم تقريره، ولم يعبر فيها بلفظ «يورث» فلذلك ورثت الأخت مع البنت». كذا في الفتح.

قوله: (ما أغلظ لي فيه) الخ: فيه الإلحاح على العالم، ومراجعته، وتأديب المتعلم إذا أسرف في ذلك.

اِزالۃُ الخفاء

عن خلافۃ الخلفاء

مترجم

تالیف حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ

مترجمہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب فاروقی مجددی

جلد اوّل

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

افضل صحابہ انہ اخرج البخاری عن مُعاذ بن رِفاعۃ بن رافع الزُرَقی عن ابیہ وکان ابوہ من اھل بدرٍ قال جاء جبرئیل الی النبیّ صلّے اللہ علیہ وسلّم فقال مَا تَعُدُّوْن اھلَ بدرٍ فیکم فقال مِنْ افضلِ المسلمینَ او کلمۃً نحوھا قال وکذا لک مَنْ شَھِدَ بَدْرًا من الملٰئکۃ ودر شانِ ایشاں صحیح شدہ لَعَلَّ اللہَ اِطَّلَعَ عَلٰے اھل بَدرٍ فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرتُ لکم او فقد وَجَبَتْ لکم الجنّۃ و در حاضرانِ تبوک نازل شدہ لَقَدْ تَابَ اللہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھَاجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ ومبتنی برہمین اصل است کلامی کہ ابن عمرؓ مہیّا کردہ بود کہ با معاویۃ بن ابی سفیان بگوید احقُّ بھٰذا الامرِ منک مَنْ قَاتَلَکَ وقاتَلَ اَبَاکَ عَلَے الاسلامِ اخرجہ البخاری وکلام عبد الرحمٰن بن غنم اشعری فقیہ شام

دیگر صحابہؓ سے افضل ہیں (جیساکہ) بخاری نے مُعاذ بن رِفاعہ بن رافع زُرَقی سے اُنھوں نے اپنے والد سے {اُن کے والد اہلِ بدر میں سے تھے} روایت کی ہے کہ اُنھوں نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے پاس جبرئیلؑ آئے اور عرض کیا کہ (یارسول اللہؐ) آپ اپنے گروہ میں اہلِ بدر کو کیسا سمجھتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تمام مسلمانوں سے افضل یا اسی کے مثل کوئی اور لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ جبریلؑ نے عرض کیا ایسا ہی ہم اُن فرشتوں کو تمام فرشتوں سے افضل جانتے ہیں جو جنگِ بدر میں شریک ہوئے اور (نیز) اہلِ بدر کی شان میں صحیح (طور پر ثابت) ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا) یقیناً خدا تعالیٰ اہلِ بدر کے انجامِ حال سے مطلع ہوا اس لئے (حدیث قدسی میں) فرمایا جو کچھ چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا یا (یہ فرمایا) کہ بتحقیق تمہارے واسطے جنّت واجب ہوگئی۔ اور جو لوگ جنگِ تبوک میں حاضر تھے اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) بیشک اللہ نے توجہ کی نبی صلے اللہ علیہ وسلّم پر اور مہاجرین اور انصار پر جنھوں نے تکلیف کے وقت اُس نبی (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی اتباع کی۔ اور اسی اصل پر (کہ مشاہدِ خیر میں شریک ہونا لوازمِ خلافتِ خاصّہ سے ہے) ابن عمرؓ کا وہ کلام مبنی ہے جو اُنھوں نے (اپنے ذہن میں) معاویہ بن ابی سفیان سے کہنے کے لئے تجویز کیا تھا کہ تم سے زیادہ خلافت کے لائق وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام پر[1] مقاتلہ کیا یعنے علی مرتضےٰ۔ بخاری نے اس کو روایت کیا ہے اور (اسی اصل پر) عبدالرحمٰن بن غنم اشعری فقیہِ شام کا کلام (مبنی ہے جس کا قصّہ اس طرح پر ہے

[1] یعنے تم اور تمہارے باپ قبل اسلام بحالتِ کفر کافروں کی طرف سے میدانِ جنگ میں آتے تھے اور علیؓ مسلمان تھے مسلمانوں کی طرف سے میدانِ جنگ میں جاتے تھے اور تم لوگوں سے لڑتے تھے ۱۲

واپس جائیں

چوں ابوہریرہؓ و ابودرداءؓ از نزدیک حضرت مرتضےٰ برگشتند و ایشاں سیانجی بودند میانِ معاویہ و حضرت مرتضےٰ و معاویہ طلب مے کرد کہ خلافت بگذارد و شورائے گرداند درمیانِ مسلمین فکان ممّا قال لھما عجبًا منکما کیف جاز علیکما ماجئتما بہ تدعوانِ علیًا ان یجعلھا شوریٰ وقد علمتما انہ قد بایعہ المھاجرون والانصار و اھل الحجاز والعراق وانّ من رضیہ خیر ممّن کرھہ ومن بایعہ خیر ممّن لم یبایعہ وایُّ مدخلٍ لمعاویۃ فی الشوریٰ وھو من الطُّلَقاء الّذین لا یجوز لھم الخلافۃ وھو وابوہ رؤس الاحزاب فندما علیٰ مسیرھما وتابا بین یدیہ اخرجہ ابوعمر فی الاستیعاب واز لوازم خلافتِ خاصّہ آن است کہ خلیفہ مبشر بہ بہشت باشد یعنی برزبانِ مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کہ) حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ (جو حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت علیؓ کے پاس یہ پیغام لے گئے تھے کہ خلافت کو چھوڑ دو اور اُس کو مسلمانوں کے شوریٰ پر دائر کر دو) حضرت علیؓ کے پاس سے (پیغام پہنچا کر) لَوٹے (اور مقام حمص میں جو مسکن حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعری کا تھا پہنچے) تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اُن سے منجملہ اور باتوں کے یہ بھی کہا کہ تم دونوں سے تعجب ہے کہ کیونکر تم سے یہ پیغام جو تم لاتے تھے (حضرت علیؓ کے سامنے) ادا ہوا تم نے علیؓ کو یہ ترغیب دی کہ خلافت کو شوریٰ پر دائر کر دیں حالانکہ تم جانتے ہو کہ مہاجرین اور انصار اور اہلِ حجاز اور اہل عراق نے علیؓ سے بیعت کر لی ہے اور بیشک جو لوگ علیؓ (کی خلافت) سے راضی ہوگئے وہ اُن لوگوں سے افضل ہیں جو علیؓ (کی خلافت) سے ناخوش ہیں اور جن لوگوں نے علیؓ سے بیعت کر لی ہے وہ اُن لوگوں سے افضل ہیں جنھوں نے ان سے بیعت نہیں کی۔ اور معاویہ کو شوریٰ قائم ہونے سے کیا فائدہ کیونکہ (شوریٰ سے خلافت ملے گی تو مہاجرین میں سے کسی کو ملے گی اور) معاویہ (مہاجرین میں سے نہیں ہیں بلکہ) طُلَقَاؔ میں سے ہیں جن کو خلافتِ (خاصّہ) حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ معاویہ اور اُن کے والد غزوۂ احزاب (میں کافروں) کے سردار تھے (عبدالرحمٰن بن غنم کا یہ کلام سُن کر) ابوہریرہؓ اور ابوالدرداءؓ اپنے آنے پر نادم ہوئے اور عبدالرحمٰن بن غنم کے سامنے (اپنے اس فعل) سے توبہ کی۔ ابوعمرؒ نے استیعاب میں اس کو روایت کیا ہے۔ **اور منجملہ لوازم خلافتِ خاصّہ** کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ بہشت کی بشارت پا چکا ہو یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ل طلقاء جمع ہے طلیق کی اصل میں آزاد کئے ہوئے غلام کو کہتے ہیں مگر جو لوگ فتح مکہ میں اسلام لاتے تھے چونکہ ان پر مسلمانوں نے احسان کیا اور غلام نہ بنایا اس لئے اُن کے لئے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے اور یہاں اسی معنے میں ہے ۱۲

مناقبِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ

مصنفہ

صدر الائمہ امام موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ ۵۶۸ھ

ترجمہ

حضرت مولانا محمد فیض احمد اویسی بہاولپوری

ترتیب و تہذیب

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

اے سراجِ اُمّتِ خیر الوریٰ!

سترھواں باب

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاسدین اور آپ کا ان سے حسن سلوک

بکیر بن معروف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا' آپ فرمایا کرتے تھے میں نے ساری زندگی کسی کی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا اور نہ ہی کسی کا تذکرہ برے الفاظ میں کیا۔ تم لوگ جانتے ہو کہ میں نے اہل مکہ سے کبھی بغض نہیں کیا۔ ہم نے کہا ہاں' آپ نے کبھی بغض نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بعض ایسی آیات نازل ہوئی تھیں جن سے بعض مکی آیات منسوخ ہو گئی تھیں۔ ہم نے یہ ساری آیات اہل مکہ پر لوٹا دیں۔ آپ نے فرمایا ہم اہل مدینہ سے بھی بغض نہیں کرتے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نکسیر اور پچھنے سے خون نکلوانے کو ناقص وضو جانتے ہیں مگر اہل مدینہ اسے ناقص وضو نہیں مانتے۔ ہم ان کی فاسد نمازیں انہیں کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ پھر فرمایا تم جانتے ہو کہ ہم اہل بصرہ سے بغض و عداوت نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم مسئلہ تقدیر میں ان کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ مسئلہ تقدیر ان کے عقائد اور نظریات کا سرتاج ہے۔ ہم اہل شام سے بغض نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ لڑ رہے تھے تو ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی تھے اور امیر معاویہ کے شامی لشکر سے جنگ کرتے رہے۔ ہم اہل بیت سے بغض نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھرانے کے ایک ایک فرد سے محبت کرتے ہیں اور ان کے فضائل اور مناقب کا اقرار کرتے ہیں۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آپ نے اپنی ان وجوہات میں یہ اضافہ کیا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ ہم اہل حدیث سے بغض نہیں رکھتے ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو برحق جانتے ہیں

اگرچہ بعض معاملات میں ان سے اجتہادی غلطیاں ہوئیں پھر بھی ہم انہیں حق پر جانتے ہیں اور بغض نہیں رکھتے۔

عبدالرزاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم مسجد خیف (منیٰ مکہ) میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے' ایک شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے اس کا جواب دیا' پھر کسی نے کہا کہ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اس مسئلہ میں یوں فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے اس مسئلہ میں اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔ ایک اور شخص آیا اس نے اپنا چہرہ پٹی سے چھپایا ہوا تھا وہ کہنے لگا اے زانیہ کے بیٹے! تم حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو خطاکار اور غلط کہتے ہو۔ وہ یہ الفاظ کہہ کر مسجد سے نکل گیا مگر آپ کی قوت برداشت کا یہ عالم کہ آپ کے چہرے پر کوئی غصہ نظر نہ آیا۔ اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔

ابن داؤد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی کسی کو برا نہیں کہتے تھے۔ صرف دو شخصوں کو برا کہا' ایک وہ حاسد جو آپ کے علم سے حسد کرتا تھا۔ دوسرا وہ جاہل جو علم کی قدر و منزلت سے محروم تھا۔ میں نے ابومعاویہ بن یزید سے سنا انہوں نے فرمایا کہ میں ایک دن عباسی خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے پاس بیٹھا تھا ان کے سامنے حلوے کی ایک پلیٹ رکھی ہوئی تھی' میں نے اس سے چند لقمے اٹھائے اور کھا لیئے۔ ہارون الرشید کے غلام میرے پاس پانی اور برتن لائے تاکہ میں ہاتھ دھولوں' خلیفہ ہارون الرشید نے برتن نیچے رکھ کر خود میرے ہاتھ دھلوائے اور پوچھا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ کون دھلوا رہا ہے؟ میں نے کہا نہیں' فرمایا امیرالمومنین (خلیفہ ہارون الرشید) میں نے کہا آپ نے علم کا اعزاز و اکرام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا میں مکرم و معزز بنائے گا۔ ہارون الرشید نے کہا واللہ میرا یہی ارادہ تھا۔

ابن داؤد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض کرنے والے افراد دو قسم کے تھے' حاسد اور جاہل ۔ میرے نزدیک حاسد سے جاہل بہتر ہے وہ تو جہالت کی وجہ سے حسد کرتا ہے' مگر دوسرے لوگ دیدہ دانستہ حسد کرتے ہیں۔

ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن عمارہ کو دیکھا کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے فقہ

مرقاۃ المفاتیح اردو

للعلامہ الشیخ القاری علی بن سلطان محمد القاری ہجری ۱۰۱۴

شرح

مشکوۃ المصابیح

للامام العلامۃ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی المتوفی ۷۴۱

مترجم: مولانا راؤ محمد ندیم

جلد یازدہم



مکتبہ رحمانیہ
اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743

غزوۂ خندق......حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشینگوئی

۵۸۷۸: وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِيْنَ يَحْفِرُ الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ رَاْسَهٗ وَيَقُوْلُ بُؤْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔ (رواہ مسلم)

أخرجه مسلم في صحيحه ٢٢٣٥/٤ حديث رقم (٧٠-٢٩١٥) وأخرجه الترمذي في السنن ٦٢٨/٥ حديث رقم ٣٨٠٠-

ترجمہ: ''(مشہور صحابی) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمار (ابن یاسر) رضی اللہ عنہ خندق کھود رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ ہائے سمیہ کے بیٹے (عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ) کی سختی ومشکل' کہ تمہیں باغیوں کا ایک گروہ قتل (شہید) کرڈالے گا''۔

تشریح: حين يحضر الخندق: یہ حال ماضی کی حکایت ہے۔

ويقول بؤس: یاء پر ضمہ اور ہمزہ ساکن۔ کبھی ہمزہ کو واؤ سے بدلا جاتا ہے، نیز سین کے فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے، یہ کلمہ ''ابن سمية'' کے طرف مضاف ہے۔ اور کلمہ سمیہ کے سین پر ضمہ اور میم پر فتحہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ یہ حضرت عمار کی والدہ محترمہ ہیں یہ مکہ میں مسلمان ہوئی تھیں۔ اور دوسرے مسلمانوں کی طرح یہ بھی کفار مکہ کے ظلم وستم کا تختہ مشق بنی تھیں، اور ان کو دین سے ہٹانے کی بہت کوشش کی گئی لیکن عورت ذات ہونے کے باوجود ظالموں کے ہاتھوں سخت اذیتیں اور مصیبتیں سہیں۔ لیکن دین کے راستے سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹیں۔ آخر کار ابوجہل لعین نے ایک دن ان کے پیٹ میں خنجر مار کر ان کو شہید کر دیا۔ ابن ملک وغیرہ حضرات نے لکھا ہے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ابوحذیفہ مخزومی کی بیٹی تھی ان کے شوہر کا نام بر سر ہے حضرت یاسر ابوحذیفہ ان کے حلیف تھے جب یاسر سے ان کا بیٹا عمار پیدا ہوئے تو ابوحذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا۔ اور یوس ابن سمیہ اصل میں یاشدۃ عمار احضری ہے، اے عمار کی مصیبت آ جاء! یہی شخص تیرا مددگار رہے۔ یعنی یہاں حرف نداء محذوف ہے: اسماء اجناس سے پہلے حرف نداء کے حذف کرنے کی صرف گنجائش ہوتی ہے۔ جبکہ اسماء اعلام سے پہلے ان کا حذف کرنا قیاسی ہے۔ ایک روایت میں بُوس رفع کے ساتھ ہے جو کہ کچھ نسخوں میں بھی پایا جاتا ہے اس صورت میں یہ مبتداء ہے، اور اس کی خبر عليك مقدم ہے، اصل میں یوں ہے عليك بُوس يا يصيبك بوس ہے۔ اس صورت میں ابن سمیہ منادیٰ مضاف ہوگا یعنی یا ابن سمية...... ایک شارح نے لکھا ہے: اس کا معنی ہے ندا ''بوس'' کوزی حالانکہ مراد ان کو ندا دینا تھا۔ اسی وجہ سے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو مخاطب کر کے فرمایا ''تقتلك الفئة الباغية کہ ایک جماعت امام وقت اور خلیفہ زمان کے خلاف خروج کرے گی وہی عمار کو قتل کرے گی۔

طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمار بن یاسر پر باغی جماعت کی جانب سے آنے والی تکلیف پر رحم آ رہا تھا، اور باغی جماعت سے مراد آنحضرت کی پیشینگوئی حضرت معاویہ اور ان کی جماعت کے متعلق تھی کیونکہ حضرت عمار جنگ صفین میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ ابن ملک کہتے ہیں: حضرت عمار کو حضرت معاویہ اور ان کی جماعت نے قتل کیا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

پیشینگوئی کے مطابق اس حدیث سے یہی جماعت سرکش اور باغی تھی کیونکہ عمارؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج میں تھے اور اس وقت حضرت علیؓ ہی امامت کے مستحق تھے، جن کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے حضرت معاویہ اور ان کی جماعت نے انکار کیا تھا۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضرت معاویہؓ اس حدیث کے الفاظ میں تاویل کرتے ہوئے فرماتے تھے لفظ **باغیه** یہاں **بغی** سے مشتق نہیں ہے جس کے معنی بغاوت کے ہیں، بلکہ **بغاء** سے مشتق ہے جس کے معنی ڈھونڈھنا، طلب کرنا ہیں، اس اعتبار سے ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے ارشاد **تقتلك الفئة الباغيه** کا ترجمہ یہ ہوا کہ تمہیں مطالبہ کرنے والوں کا گروہ قتل کرے گا۔ اور فرماتے تھے:

نحن فئة باغية طالبة بدم عثمان، یعنی ہم حضرت عثمان کے خون بہا کا مطالبہ کرنے والی جماعت ہیں۔ لیکن عقل ونقل کی روشنی میں حضرت معاویہ کی یہ تاویل نہیں بلکہ صریح تحریف ہے کیونکہ خون بہاء کے مطالبہ کے ساتھ یہاں معنی کرنا مناسب نہیں، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ حدیث حضرت عمار کی فضیلت اور اس کے قاتل کے خون کے اظہار کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ ان کے قاتل کے حق میں لفظ **ويح** منقول ہے، اور لفظ **ويح** ایک ایسا کلمہ ہے جو ایسے شخص کے متعلق کہا جاتا ہے جو ہلاکت کا مستحق ہو اور کسی طرح کے دعا کا حقدار نہ ہو، اور وہ عیب بعد میں بھی اس کے ساتھ رہے جب کہ اس کے مقابلہ میں لفظ **ويل** کلمہ زجر وعقوبت ہے اور یہ اس شخص پر بولا جاتا ہے، جو سزا کا مستحق ہو اور اس کے لئے دعاء نہیں ہوتی ہے۔

جامع صغیر میں بروایت امام احمدؒ اور بخاریؒ، حضرت سعدؓ سے مرفوعاً روایت ہے، **ويح عمار تقتله الفئة الباغيه يدعوهم الى الجنه ويدعونه الى النار.**

عمار کی ہلاکت:

ان کو باغی جماعت قتل کرے گی عمار ان کو جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ ان کو جہنم کی طرف دعوت دے رہے ہوں گے۔

اور یہ روایت لفظ **بغي** کی وضاحت میں نص صریح کی مانند ہے کہ بغی مطلق مراد ہے جیسے باری تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے ﴿**وينهٰى عن الفحشاء والمنكر والبغى**﴾ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿**فان بغت احداهما على الاخرٰى**﴾

لہٰذا شرعی لفظ کا معنی لغوی پر اطلاق عدل سے عدول ہے اور ظلم کی طرف میلان میں داخل ہے جو کہ کسی بھی شئے کا بے محل استعمال ہے۔

امیر معاویہؓ نے جواب دیا، عمار کو علیؓ اور ان کی جماعت نے مارا ہے کہ حضرت علی ؓ ہی نے تو ان کو قتال پر ابھارا تھا۔ تو مآل کے اعتبار سے وہی قاتل ٹھہرے، لیکن یہ تاویل پہلے والی تاویل سے زیادہ قبیح تاویل ہے۔ کیونکہ تب تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت حمزہؓ کو آنحضرت ﷺ نے قتل کیا کہ وہ اُحد کے جنگ میں ان کو لائے تھے، بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا کہ اللہ نے مؤمنین کو مشرکین سے لڑنے کا حکم فرمایا تھا۔

بایں طور حاصل یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کے تین معجزات کا ذکر ہے۔
① اس میں یہ فرمایا کہ عمارؓ قتل کیے جائیں گے۔ ② وہ مظلوم ہوں گے۔ ③ ان کو قتل کرنے والا باغی جماعت کا فرد ہوگا۔
چنانچہ تینوں پیشینگوئیاں اسی طرح پوری ہوئیں، جس طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔
پھر میں نے شیخ اکمل الدینؒ کی کتاب میں دیکھا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ سے منسوب یہ دونوں باتیں حضرت معاویہ پر افتراء ہیں کیونکہ پہلی بات سے حدیث میں تحریف لازم آتی ہے اور دوسری بات کو صحابہ میں سے کسی نے بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ بلکہ وہ اپنی جان مال کو اللہ کے راستے میں استعمال کرتے رہے ہیں لہٰذا یہ حضرت معاویہ پر افتراء ہے انہوں نے نہ تو حدیث کی تاویل کی ہے اور نہ حضرت عمارؓ کے بارے میں ایسی پست بات کہی ہے کیونکہ یہ ان کی عقل وفراست سے بہت بعید بات ہے کہ کسی ایسی چیز میں مبتلا ہوئے ہوں کہ جس کا غلط ہونا ہر خاص وعام پر عیاں ہے۔
ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں جب حضرت معاویہؓ پر واجب تھا کہ وہ اپنی بغاوت کو چھوڑ کر امام برحق کی اطاعت کریں اور مخالفت اور خلافت کی طلب کو چھوڑ دیں تو اس سے ظاہر ہوا کہ وہ باطناً باغی تھے اور ظاہر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے طالب' مرائی ومرائی تھے۔ پس یہ حدیث ان کے عمل کی بابت ناہی ہے لیکن یہ کتاب (صحیفہ تقدیر) میں لکھا ہوا تھا' سو ان کے نزدیک قرآن وحدیث دونوں ہی مہجور ہو گئے' پس اس حدیث نے اس راز کو ظاہر کر دیا۔
لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ لوگ اس حدیث کو دیکھ کر اور اس کے محمول ومصداق کو جان کر حضرت معاویہؓ کے حق میں زبان سے لعن وطعن کریں اور ان کی ذات کو ہدف ملامت بنائے، کوئی اس طرح کرے گا وہ کتاب اللہ اور احادیث دونوں کا منکر ہوگا کیونکہ ان حضرات کے مناقب اور فضیلت قرآن وسنت دونوں نے بیان کیا ہے، اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے انصاف سے کام لیا ہو اور تعصب وتعسف کا شکار نہ ہوا ہو اور عقیدہ میں میانہ روی اختیار کی۔
تاکہ راہِ ہدایت کی دونوں اطراف رفض وناصیت میں نہ پڑے اور جمیع آل وصحابہ سے محبت رکھے۔

واپس جائیں

غزوۂ خندق کے موقع پر قریش مکہ کی کمزوری کے متعلق ایک پیشینگوئی

۵۸۷۹: وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُجْلِيَ الْاَحْزَابُ عَنْهُ اَلْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِلَيْهِمْ۔ (رواہ البخاری)

أخرجه البخاري في صحيحه ٤٠٥/٧ حديث رقم ٤١٠٩ و احمد في المسند ٢٦٢/٤۔

ترجمہ: ''حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ جب (غزوہ احزاب میں) کفار کے گروہ آپ ﷺ کے مقابلہ سے متفرق ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے (اس موقع پر) فرمایا: اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے' وہ ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں گے ہم ان کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ (بخاری)

تشریح: (قال...... اجلی): لفظ اَجلی صیغہ معروف کے ساتھ۔ ایک نسخے میں صیغہ مجہول کے ساتھ منقول ہے۔ اس کا معنی کسی چیز کا جدا ہونا یا ظاہر ہونا۔ (الاحزاب عنه): اس میں غزوۂ خندق کا ذکر ہے جب کفار کی مختلف جماعتیں

مسند

الإمام أحمد بن حنبل

(١٦٤ - ٢٤١ هـ)

حقق هذا الجزء وخرج أحاديثه وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط　　إبراهيم الزيبق

الجزء الحادي والثلاثون

مؤسسة الرسالة

علـيـهنَّ[1].

١٩٢١٥- حدَّثنا وكيع، عن شَرِيْك، عن عاصم، عن أبي وائل عن جرير قال: قال رسولُ الله ﷺ: «المُهَاجِرُونَ والأنصارُ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ، والطُّلَقاءُ من قُرَيشٍ والعُتقاءُ من ثَقِيفٍ بعضُهم أولياءُ بعض إلى يوم القيامة»،

قال شريك: فحدَّثنا الأعمشُ، عن تميم بن سَلَمة، عن عبد الرحمٰن ابن هلال، عن جرير، عن النبيِّ ﷺ مِثْلَه[2].

---

(١) حديث حسن لغيره، وهٰذا إسناد ضعيف، وقد سلف الكلام عليه في الرواية السالفة برقم (١٩١٥٤).

واپس جائیں

وأخرجه ابن أبي شيبة ٨/ ٦٣٥ -ومن طريقه أبو يعلى (٧٥٠٦)، وابن السني في «عمل اليوم والليلة» (٢٢٥)- والطبراني في «الكبير» (٢٤٨٦)، والبغوي في «شرح السنة» (٣٣٠٨) من طريق وكيع، بهٰذا الإسناد.

(٢) حديث صحيح، شريك: وهو ابن عبد الله النخعي -وإن كان ضعيفاً سيىء الحفظ- قد توبع، وبقية رجاله ثقات رجال الصحيح غير عاصم: وهو ابن أبي النجود، فقد روى له الشيخان مقروناً، وهو حسن الحديث، وقد توبع.

وأخرجه الطيالسي (٦٧١)، وابن عدي ٣/ ١١٢٢ من طريق سليمان بن معاذ، وابن حبان (٧٢٦٠)، والطبراني في «الكبير» (٢٣١٠)، والخطيب في «تاريخه» ٣/ ٤٤-٤٥ من طريق أبي بكر بن عياش، والطبراني (٢٣١١) من طريق عمرو بن أبي قيس، ثلاثتهم عن عاصم بن أبي النجود، بهٰذا الإسـناد.

وخالفهم عكرمة بن إبراهيم الأزدي فيما أخرجه أبو يعلى (٥٠٣٣)، والطبراني في «الكبير» (١٠٤٠٨)، وإسرائيل فيما أخرجه البزار (٢٨١٣)، كلاهما=

١٩٢١٦- حدثنا يزيد بن هارون، أخبرنا شَرِيْك بن عبد الله، عن أبي إسحاق، عن المنذر بن جرير

عن أبيه، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «ما مِنْ قَوْمٍ يكونُ بينَ أظْهُرِهِمْ مَنْ يَعْمَلُ بالمعاصِي هم[1] أعَزُّ منه وأمْنَعُ لم يُغَيِّرُوا عليه إلاّ أصَابَهُمُ الله عَزَّ وَجَلَّ منه بعِقابٍ»[2].

١٩٢١٧- حدَّثنا محمدُ بنُ جعفر، حدَّثنا شُعْبة، عن علي بن مُدْرِك، قال: سَمِعْتُ أبا زُرْعة بن عمرو بن جرير يحدِّثُ

=عن عاصم، عن أبي وائل شقيق بن سلمة، عن عبد الله بن مسعود. فجعلاه من حديثه، وقد وهما في ذلك، فقد قال الدارقطني في «العلل» ٤/الورقة ١٠٩: والصواب جرير.

وأخرجه الطبراني في «الكبير» (٢٣٠٢)، وأبو نعيم في «أخبار أصبهان» ١٤٦/١ من طريق سلمة بن كهيل، والطبراني (٢٣١٤) من طريق الحكم بن عتيبة، كلاهما عن أبي وائل، به.

وأخرجه الطبراني (٢٢٨٤) من طريق قيس بن الربيع، عن إسماعيل بن أبي خالد، عن قيس بن أبي حازم، عن جرير، به. وقيس بن الربيع ضعيف.

وأخرجه الطبراني (٢٤٥٦) من طريق عبد الرحمٰن بن شريك، عن شريك، عن الأعمش، به.

وسيرد برقم (١٩٢١٨) بإسنادٍ صحيح.

وانظر حديث أنس السالف برقم (١٢٧٢٢).

(١) لفظ: «هم» سقط من (م).

(٢) حديث حسن، وهو مكرر (١٩١٩٢)، غير أن شيخ أحمد هنا: هو يزيد بن هارون.

وأخرجه الحارث (٧٦٤) (زوائد)، والطبراني في «الكبير» (٢٣٧٩) من طريق يزيد بن هارون، بهٰذا الإسناد.

رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ (القرآن)

اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے

انبیاء کرامؑ کے بعد دنیا کے مقدس ترین انسانوں کی سرگزشت حیات

سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم

چار کبار صحابہؓ / ۱۵۰ اصغار صحابہؓ

جلد چہارم

حصہ ششم و ہفتم

سیدنا حضرت حسنؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مفصل سوانح زندگی

فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والے اور صغیر السن ۱۵۰ حضرات صحابہؓ کے حالات

تحریر و ترتیب

الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم

سابق رفیق دار المصنفین

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

حضرت امیر معاویہؓ

نام ونسب :

معاویہ نام ہے، ابوعبدالرحمٰن کنیت۔ والد کا نام ابوسفیان تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے : معاویہ بن صخر (ابوسفیان) بن حرب بن اُمیہ بن عبدشمس بن مناف بن قصی قرشی اُموی۔ ماں کا نام ہندہ تھا۔ ننھیالی شجرہ یہ ہے : ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن شمس بن عبدمناف ابن قصی قرشیہ اُمویہ۔ اس طرح امیر معاویہؓ کا شجرہ پانچویں پشت پر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔

خاندانی حالات اور اسلام :

ان کا خاندان بنواُمیہ زمانۂ جاہلیت سے قریش میں معزز وممتاز چلا آتا تھا۔ ان کے والد ابوسفیان قریش کے قومی نظام میں عقاب یعنی علمبرداری کے عہدے پر ممتاز تھے۔ ابوسفیان آغاز بعثت سے فتح مکہ تک اسلام کے سخت دشمن رہے اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کی ایذارسانی اور اسلام کی بیخ کنی میں کوئی امکانی کوشش باقی نہ رکھی۔ اس زمانہ میں اسلام کے خلاف جس قدر تحریکیں ہوئیں، ان سب میں علانیہ یادرپردہ ان کا ہاتھ ضرور ہوتا تھا۔

فتح مکہ کے دن ابوسفیان اور معاویہ دونوں مشرف باسلام ہوئے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہؓ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں دولت اسلام سے بہرہ ور ہوچکے تھے، لیکن باپ کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ روایت مسلمہ روایات کے بالکل خلاف ہے اور اس کی تائید میں اور کوئی شہادت نہیں ملتی۔ اس لئے ناقابلِ اعتبار ہے۔ تاہم اس قدر یقینی ہے کہ ابوسفیان کی اسلام دشمنی کے باوجود معاویہؓ کو مسلمانوں سے کوئی خاص عناد نہ تھا۔ چنانچہ ان کے اسلام لانے سے پہلے بدر اور احد وغیرہ بڑے بڑے معرکے ہوئے، مگر ان میں سے کسی مشرکین کے ساتھ معاویہؓ کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا۔

واپس جائیں

غزوات : ان کے مشرف باسلام ہونے کی خوشی میں آنحضرت ﷺ نے انہیں مبارکباد دی۔ قبول اسلام کے بعد معاویہؓ حنین اور طائف کے غزوات میں شریک ہوئے۔ حنین کے مال غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ نے ان کو سو اُونٹ اور چالیس (۴۰) اوقیہ سونا یا چاندی مرحمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفۂ اثناء عشریہ اردو

وہ عظیم الشان کتاب جس میں شیعہ مذہب کی ابتداء، ان کے بے شمار فرقے شیعوں کے اسلاف و علماء اور ان کی کتابیں و احادیث اور ان کے راویوں کے حالات۔ ان کے مکر و فریب کے طریقے جن سے وہ سادہ لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف لاتے ہیں۔ الوہیت، نبوت، معاد اور امامت کے بارے میں اُن کے عقائد اُن کے پوشیدہ فقہی مسائل، صحابۂ کرامؓ ازواج مطہرات اور اہل بیت کے متعلق ان کے عقائد و اقوال۔ اُن کے جھوٹ، مکائد و مطاعن، ان کے اوہام و تعصبات اور جہلات کی تفصیل۔ غرض اس کتاب میں اس موضوع کے تمام مباحث جمع کر دیے گئے ہیں۔

تصنیف: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

ترجمہ اردو: مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی (مظاہری)

ناشر

دارالاشاعت

مقابل مولوی مسافرخانہ۔ کراچی ۱

یہی وجہ ہے کہ اٹھارویں صدی میں شیعہ مذہب کا جو فروغ شروع ہوا تھا اس کو روکنے اور لاکھوں بلکہ کروڑوں لوگوں کے شکوک و شبہات دور کرکے راہ راست پر لانے میں تحفہ اثنا عشریہ نے زبردست کارنامہ انجام دیا۔

اس کتاب کی تصنیف و اشاعت نے شیعہ حلقوں میں ایک ہلچل پیدا کر دی اور پوری جماعت شیعہ کے سامنے اب سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اس کا جواب لکھ کر اس کتاب کے اثرات کو روکا اور زائل کیا جائے۔ لہذا اس میں بہتوں نے خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور ہندوستان و ایران کے بہت سے شیعوں نے اس کے جواب لکھے۔

لکھنؤ کے شیعہ علماء میں سب سے ممتاز نام مولوی دلدار علی مجتہد اول کا ہے جنہوں نے اس کی تردید میں چھ کتابیں اور رسالے لکھے۔ ان کے علاوہ بعض شیعوں نے تو اپنی پوری عمر ہی اس کے جواب لکھنے میں صرف کر دی۔ لیکن یہ سب جواب برائے جواب و ہرزہ گوئی اور دور از کار باتوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ پوری جماعت شیعہ کی جہد بلیغ کے بعد بھی آج تک اس کتاب کا جواب نہ ہو سکا۔

اس کتاب کے جواب کے سلسلے میں ایک دلچسپ قصہ کتاب ارواح ثلاثہ (جو مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصنیف ہے) میں بروایت کتاب امیر الروایات درج ہوا ہے۔ وہ یہ ہے۔

> خاں صاحب نے فرمایا کہ جب شاہ صاحب کا تحفہ لکھنؤ پہنچا تو لکھنؤ کے نواب نے جو اس وقت برسر حکومت تھا تمام مجتہدین شیعہ سے درخواست کی کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ چنانچہ مجتہدین میں سے دلدار علی خاں نے جواب لکھنے کا بیڑہ اٹھایا۔ لیکن تحفہ کی زبان چونکہ بے نظیر تھی۔ اس لئے مرزا قتیل سے درخواست کی گئی کہ مضامین تو قبلہ و کعبہ لکھیں اور آپ اپنی عبارت میں اس کو ادا کر دیں تاکہ مضامین کا جواب مضامین سے اور عبارت کا جواب عبارت سے ہو جائے۔ لیکن مرزا قتیل نے یہ کہہ کر عذر کر دیا کہ میں شاہ صاحب جیسی عمدہ عبارت لکھنے پر قادر نہیں ہوں۔ ناچار قبلہ و کعبہ نے خود ہی جواب لکھا تو اس جواب کو نواب صاحب نے مرزا قتیل کے سامنے پیش کیا اور پوچھا کہ بتلائیے کیسا جواب ہے؟ مرزا قتیل نے دیکھ کر کہا کہ اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو عرض کروں؟ نواب صاحب نے کہا فرمائیے۔ مرزا قتیل نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ قبلہ و کعبہ کو تو اپنی کتاب کا نام بھی رکھنا نہ آیا۔ شاہ صاحب تو تحفہ پیش کر رہے ہیں اور قبلہ و کعبہ تحفہ کا جواب تلوار سے دیتے ہیں۔ (قبلہ و کعبہ نے اپنی کتاب کا نام ذوالفقار رکھا تھا) اس کے بعد قبلہ و کعبہ نے فرمایا کہ اچھا عبارت کی نسبت فرمائیے۔ قتیل نے کہا کہ حضور کہاں جالس کا جولاہا اور کہاں دلی کی سیڑھیوں کا بیٹھنے والا شہزادہ۔ قتیل نے یہ اس لئے کہا کہ قبلہ و کعبہ جالس کے رہنے والے تھے جہاں کے جولاہے مشہور ہیں[1]

حضرت شاہ صاحب نے کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس کتاب کا نام تحفہ اثنا عشریہ اس مناسبت سے رکھا ہے کہ بارھویں صدی ہجری کے اختتام پر یہ کتاب جلوہ گر ہو رہی ہے۔ اور دیباچہ کے آخر میں فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو بارہ اماموں کی تعداد کے مطابق بارہ ابواب پر مرتب کیا گیا ہے۔

---

[1] نقل از ارواح ثلاثہ حکایت نمبر ۲۰ بروایت امیر شاہ خان صاحب۔ [2] ناظرین سے درخواست ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے قبل اس کا دیباچہ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

فرمایا کہ مجھے اپنی ناک کٹا لینا اس صلح سے زیادہ پسند تھا۔

آپ کے اس فرمان اور طرز عمل سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر صلح نہیں کی تھی۔ کیونکہ مجبوری کی صورت میں نہ ملامت کی جاتی ہے نہ شکایت۔

یہ ایک مشہور قاعدہ ہے کہ ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کلام سعادت فرجام جو کتب شیعہ میں مذکور ہے، اس بات کی بھی دلیل ہے کہ امام وقت کے کسی فعل پر اپنی سمجھ میں آنے والی کسی مصلحت کے خلاف ہا کر نکیر کرنا یا ناخوشی ظاہر کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مصلحت وقت اور رعایت حال کی بنا پر اکابرین امت میں بھی اختلاف رونما ہوا ہے، اور وہ ناخوشی و ناراضگی کا سبب بھی بنا ہے، مگر ایک دوسرے کے خلاف بدگوئی اور برا بھلا کہنے کا باعث نہیں ہوا ان دو عمدہ فائدوں کو بڑی احتیاط سے حافظہ میں تازہ رکھنا چاہیئے کہ یہ بہت سی جگہ کام آئینگے۔

یہاں یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ بعض جاہل امامیہ انتہائی عناد و تعصب کی بنا پر کہتے ہیں کہ اہل سنت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امام مانتے ہیں، یہ قول انتہائی بے شرمی اور رفوخ چشمی پر مبنی ہے، اور اس کو منہ پر جھوٹ بولنا کہتے ہیں، ورنہ معمولی پڑھا لکھا فارسی خواں جس نے اہل سنت کے مولانا عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ عقائد نامہ فارسی پڑھا یا دیکھا ہے یقین سے جانتا ہے کہ اہل سنت سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ابتدائے امامت سے لے کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے معاملہ امامت حوالہ کرنے تک وہ حق پر نہیں تھے بلکہ باغی جیسا کردار ادا کر رہے تھے اس لیے کہ امام وقت کی اطاعت چھوڑ بیٹھے تھے امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب امامت سپرد کی تو اسوقت وہ بادشاہ ہوئے یا ان کی حیثیت کے لئے زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں، کہ وہ ایک عام بادشاہ تھے تمام اسلامی ممالک کے فرمانروا اور جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کسی ناگزیر مصلحت کے سبب ان کی سلطنت کی وسعت کو گوارہ کر لیا تھا، اور وہ امام کی اتباع جیسا کہ چاہیئے نہ کرتے تھے،

جس طرح بعض صوبیداروں کا رویہ اپنے بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے، یا جیسے ہمارے زمانہ کے بادشاہ شاہ عالم کے مختار کار، کہ بادشاہ کے علم میں لائے بغیر امور سلطنت انجام دیتے ہیں اور سوائے مقررہ روز ینہ کے پہنچانے، اس کی طرف عرضیاں لکھنے یا اس سے القاب و خطابات حاصل کرنے کے اپنے بادشاہ سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ لہذا ان حالات کے ماتحت وہ بادشاہ تھے جو بظاہر امام کی رائے اور رضا مندی کے تحت سلطنت حاصل کر چکے تھے، اس لئے اہل سنت ان کو پہلا بادشاہ اسلام کہتے ہیں،

اب رہا یہ شک کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کردار باغیانہ تھا اور وہ ناحق غلبہ حاصل کرنے والے تھے تو ان پر لعن کیوں نہیں کرتے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک گناہ کبیرہ کے مرتکب پر لعن جائز نہیں اور چونکہ بغاوت بھی گناہ کبیرہ ہے اس لیے اس پر بھی لعن منع اور ناجائز ہے

اہل سنت اپنے اس دعوی کی دلیل بھی قرآن و عترت سے لاتے ہیں مثلاً اللہ تعالی نے فرمایا وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (اپنی لغزش سے اگر کبھی ہو جائے اور مومن مرد و عورت کے گناہوں سے اللہ کی

شرح العلامة الزرقاني

المتوفى سنة ١١٢٢ هـ

على

المواهب اللدنية بالمنح المحمدية

للعلامة القسطلاني

المتوفى سنة ٩٢٣ هـ

ضبطه وصححه

محمد عبد العزيز الخالدي

الجزء العاشر

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

ومن ذلك: قوله عليه الصلاة والسلام لثابت بن قيس بن شماس: «تعيش حميدًا وتقتل شهيدًا». رواه الحاكم وصححه، والبيهقي وأبو نعيم، فقتل يوم مسيلمة الكذاب باليمامة.

ومن ذلك: قوله لعبد الله بن الزبير: «ويل لك من الناس، وويل للناس منك». فكان من أمره مع الحجاج ما كان.

الجمل، وأن الذين قاتلوه بغاة ظالمون له، لكن لا يكفرون ببغيهم.

وقال الإمام أبو منصور الماتريدي: أجمعوا على أن عليًا كان مصيبًا في قتال أهل الجمل: طلحة والزبير وعائشة بالبصرة، وأهل صفين معٰوية وعسكره.

واپس جائیں

وفي روض السهيلي: ان عاملاً لعمر قال له: رأيت الليلة كأن الشمس والقمر يقتتلان، ومع كل نجوم قال عمر: مع أيهما كنت؟، قال: مع القمر، قال: كنت مع الآية الممحودة، اذهب لا تعمل لي عملاً أبدًا، وعزله فقتل بصفين مع معٰوية واسمه حابس بن سعد.

(ومن ذلك ما رواه أبو عمر) يوسف (بن عبد البر: **أن عبد الله بن عمر رأى رجلاً مع النبي ﷺ فلم يعرفه، فقال النبي ﷺ: «أرأيته»، قال: نعم، قال: «ذاك جبريل، أما**) (بالفتح والتخفيف) **(إنك ستفقد بصرك»، فعمي في آخر عمره)**.

ذكر الغزالي وجماعة: أن رؤية الملائكة ممكنة، لأنها كرامة يكرم الله بها من يشاء من أوليائه، ووقع ذلك لجماعة من الصحابة، ولما رأى ابن عباس جبريل، قال له النبي ﷺ: «لن يراه خلق إلا عمي إلا أن يكون نبيًا، ولكن يكون ذلك آخر عمرك»، رواه الحاكم، وكذا رآه عائشة وزيد بن أرقم، وخلق لما جاء يسأل عن الإيمان، ولم يعموا، لأن الظاهر أن المراد من رآه منفردًا به كرامة له، قاله بعض المحققين، وهو وجيه، ورده بأن رؤية ابن عباس ليست كذلك، بل كرؤيته لما جاء يسأل عن الإيمان وهم، لأنه لما سأل عن الإيمان رآه جميع الحاضرين بخلاف قصة ابن عباس، فانفرد برؤيته دون من حضر.

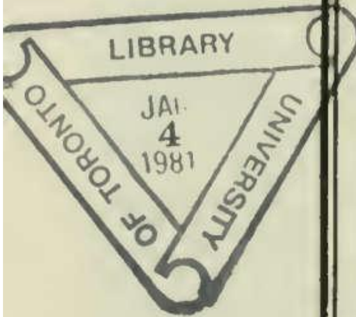
(ومن ذلك قوله عليه الصلاة والسلام لثابت بن قيس بن شماس) (بفتح المعجمة والميم الثقيلة فألف فمهملة) خطيبه، وخطيب الأنصار لما افتقده حين نزل: ﴿لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي﴾ الآية، فخاف أن تكون نزلت فيه، لأنه رفيع الصوت، فدعا به، فقال: **(«تعيش حميدًا)** محمودًا في أفعالك وأقوالك عند الله وعند الناس، **(وتقتل شهيدًا»)** زاد في رواية وتدخل الجنة.

(رواه الحاكم وصححه، والبيهقي وأبو نعيم، فقتل يوم مسيلمة الكذاب باليمامة)

وعند ابن أبي حاتم عن أنس: فكنا نراه يمشي بين أظهرنا، ونحن نعلم أنه من أهل الجنة، فلما

(الجزء الثالث)

من نسيم الرياض * فى شرح شفاء القاضى
عياض * للعالم الفاضل * شتيت
الفضائل * الذى هو بانواع المدائح
حرى * مولانا أحمد شهاب الدين
الخفاجى المصرى تغمده الله
برحمته * وأسكنه فى
فراديس جنته
بمنه وكرمه
آمين



وبهامشه شرح الشفا لعلى
القارى رحمه الله تعالى

(الطبعة الاولى)
(بالمطبعة الازهرية المصرية)
(سنة ١٣٢٧ هجرية)

فلم تقدر اتفاقا فكانت وقعة الجمل (وانه يقتل حولها) أي حول بعض الازواج وهي عائشة رضى الله تعالى عنها (قتلى كثير) أي جمع كثير من المقتولين قيل قتل يومئذ نحو من ثلاثين ألفا وفي نسخة كثيرة نظرا الى الجماعة (وتنجو بعد ما كادت) أي الى الهلاك كما رواه البزار بسند صحيح عن ابن عباس (فنبحت) بفتح الباء وكسرها أي كلاب ذلك الموضع (على عائشة عند خروجها) أي توجهها من مكة (الى البصرة) كما رواه أحمد وكذا البيهقي بلفظ لما أتت الحوأب سمعت نباح الكلاب فقالت ما أظنني الا راجعة انى سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال لنا أيتكن تنبح عليها كلاب الحوأب ترجع لعل الله ان يصلح بك بين الناس (وان عمارا) وهو ابن ياسر (تقتله الفئة الباغية) رواه الشيخان ولفظ مسلم قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لعمار تقتلك الفئة الباغية وزاد وقاتله في النار (فقتله) أي عمارا (أصحاب معاوية) أي بصفين ودفنه على رضى الله تعالى عنه في ثيابه وقد نيف على سبعين سنة فكونهم البغاة على على بدلالة هذا الحديث ونحوه وقد ورد اذا اختلف الناس كان ابن سمية مع الحق وقد كان مع على رضى الله تعالى عنهما واما تأويل معاوية أو ابن العاص بان الباغى على وهو قتله حيث حمله على ما أدى الى قتله فجوابه ما نقل عن على كرم الله وجهه انه يلزم منه ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قاتل حمزة (العبد عمه والحاصل انه لا يعدل عن حقيقة العبارة الى مجاز الاشارة الا بدليل ظاهر من عقل أو نقل يصرفه عن ظاهره نعم غاية العذر عنهم انهم اجتهدوا وأخطأوا وان المراد بالباغية الخارجة المتجاوزة لا الطالبة كما ظنه بعض الطائفة (وقال) أي النبي عليه الصلاة والسلام

وأنا البرىء من الزبير وطلحة * ومن التى نبحت كلاب الحوأب

وفي معجم البلدان أصل معناه الوادي الواسع وانما كان المراد عائشة رضى الله تعالى عنها لانه صلى الله تعالى عليه وسلم كان يوما جالسا وعنده نساؤه يتحدثن معه فقال أيتكن تنبحها كلاب الحوأب سائرة الى الشرق في كتيبة فكانت عائشة في وقعة الجمل ولما مرت بذلك المكان نبحتها كلابه فسألت عن اسم ذلك المكان فقيل لها الحوأب فهمت بالرجوع فخالفوها انه ليس بالحوأب والحوأب أيضا اسم مخلاف بالطائف قتلت فيه سلمى المراد به عتيقة عائشة وقيل أيضا انها المرادة بالحديث أيضا لانها كانت مع نسائه صلى الله تعالى عليه وسلم لما حدثهن به كما في المعجم والصحيح خلافه لما يأتى في بقية الحديث والنباح بضم النون وكسرها صوت الكلب والتيس وقيل انه أي الحوأب سمى باسم حوأب بنت كلب انزولها به كما قاله ابن ماكولا واختلف في وزنه فقيل فوعل وقيل فعال وفيه الاخبار بالمغيبات وهو حديث صحيح رواه البزار عن ابن عباس وهو من تتمة حديث الزبير رضى الله تعالى عنه لان عائشة ذهبت معه لتصلح بينه وبين على فاتفق ما اتفق في وقعة الجمل (و) أخبر صلى الله تعالى عليه وسلم في هذا الحديث (انه يقتل حولها) ممن كان معها (قتلى كثيرة) قيل كانوا نحو ثلاثين ألفا (وتنجو) أي تسلم هى (بعد ما كادت) أي قاربت عدم النجاة (فنبحت) كلاب الحوأب (على عائشة عند خروجها الى البصرة) وهذا الحديث صحيح كما مر روى من طرق عديدة فعن ابن عباس انه صلى الله تعالى عليه وسلم قال لنسائه ليت شعرى أيتكن صاحبة الجمل الازب تنبحها كلاب الحوأب والازب كثير شعر الوجه وفك ادغامه وعدمه لشاكلة الحوأب فكان ما أخبر به لانه لما قتل عثمان رضى الله عنه وكانت هى وامهات المؤمنين حاجات في ذلك العام فبايع الناس عليا وانحاز اليه قتلة عثمان من غير رضى منه لكنه خشى الفتنة لكثرتهم وتغلبهم واشتد غيظ الناس فخطبتهم عائشة رضى الله تعالى عنها وحثتهم على الطلب بدمه ودفع الخوارج عن البلد الحرام فاجابها الناس وقالوا لها حيثما سرت فنحن معك فسارت في هودجها على جمل يقال له عسكر وودعتها أمهات المؤمنين يبكين فسمى ذلك العام عام النحيب فلما وصلت الى الحوأب وأناخوا جملها نبحتها الكلاب فقالت ردوني وأخبرت بما قاله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال لها الزبير يا أم المؤمنين أصلحى بين الناس فسارت لذلك وكان ما كان (و) مما أخبر به صلى الله تعالى عليه وسلم من المغيبات (ان عمارا) بن ياسر الصحابى المشهور (تقتله الفئة الباغية) من البغى وهو الخروج بغير حق على الامام ولفظ مسلم قال النبي صلى الله عليه وسلم لعمار تقتلك الفئة الباغية وروى وقاتله في النار (فقتله أصحاب معاوية) وكان هو مع على بصفين وهو صريح في ان الخليفة بحق هو على رضى الله عنه وان معاوية مخطئ في اجتهاده كما في حديث اذا اختلف الناس كان ابن سمية مع الحق وابن سمية هو عمار رضى الله عنه كان مع على وهذا هو الذى ندين الله به وهو ان عليا كرم الله وجهه على الحق ومجتهد مصيب في عدم تسليم قتلة عثمان ومعاوية رضى الله عنه مجتهد مخطئ فدع القيل والقال فماذا بعد الحق الا الضلال وقد تأول معاوية حديث عمار لما لم يجد مجالا لانكاره فقال انما قتله من أخرجه ولذا قال على كرم الله وجهه لما بلغه قوله فرسول الله صلى الله عليه وسلم قتل حمزة رضى الله عنه لما أخرجه لاحد كما نقله ابن دحية رحمه الله تعالى وقتل عمار بصفين وهو ابن سبعين سنة قتله ابن العمادية واحتز رأسه ابن جزء ودفنه على رضى الله تعالى عنه (وقال) صلى الله تعالى عليه وسلم في حديث تقدم

واپس جائیں

احکام القرآن

از علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفیؒ
(المتوفی ۳۷۰ھ)

مترجم
مولانا عبد القیوم

شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

کا ہاتھ ہے اور نیچے کا ہاتھ لینے والے کا ہاتھ ہے، اس لیے میں تم سے کوئی چیز طلب نہیں کروں گا۔ اور نہ وہ وظیفہ واپس کروں گا جو اللہ نے تمھارے ذریعہ مجھے رزق کے طور پر عطا کیا ہے۔ والسلام۔

حسن بصری، سعید بن جبیر اور شعبی، نیز تمام دیگر حضرات تابعین ان ظالموں سے اپنے وظائف وصول کرتے تھے۔ ان کی یہ وصولی اس بنا پر نہیں تھی کہ انھیں ان ظالموں سے لگاؤ تھا اور ان کی امامت کو درست سمجھتے تھے، بلکہ یہ حضرات اس بنا پر اپنے وظائف وصول کرتے تھے کہ وہ ان وظائف کو اپنا ایسا حق سمجھتے تھے جو فاجر قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں تھا۔ یہ حضرات از راہ موالات اور دوستی کس طرح یہ حقوق حاصل کر سکتے تھے جبکہ انھوں نے حجاج کے خلاف تلوار لے کر خروج کیا تھا۔ اس کے خلاف چار ہزار تابعین اور فقہا نے عبدالرحمٰن بن الاشعث کی ہمرکابی میں پہلے اہواز کے مقام پر جنگ کی تھی اور پھر بصرہ کے مقام پر اور اس کے بعد کوفہ کے قریب دریائے فرات کی جانب سے دیر جماجم کے مقام پر۔ انھوں نے عبدالملک بن مروان سے خلافت کی بیعت توڑ دی تھی۔ اس پر لعنت بھیجتے رہے تھے اور اس سے اپنی برأت کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت معاویہؓ کے ساتھ بھی ان حضرات سے پہلے لوگوں کا یہی رویہ تھا۔ جب حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت معاویہؓ تخت خلافت پر متمکن ہو گئے تھے۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی اپنے وظائف وصول کرتے تھے اور اس زمانے کے صحابۂ کرام کا بھی یہی طریق کار تھا، حالانکہ یہ حضرات خلیفۂ وقت حضرت معاویہؓ سے موالات کا کوئی رشتہ نہیں رکھتے تھے، بلکہ ان سے اس طرح بیزاری کا اظہار کرتے تھے جس طرح حضرت علیؓ اپنی وفات تک ان سے بیزار رہے تھے، چنانچہ اس بنا پر ظالم حکمرانوں کی طرف سے عہدۂ قضا قبول کرنے اور ان سے اپنے وظائف وصول کرنے میں ایسی کسی دلالت کا وجود نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ حضرات ان ظالموں سے دوستی کا رشتہ رکھتے تھے اور ان کی امامت کے قائل تھے۔

بعض غبی قسم کے روافض نے قولِ باری (لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ) سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی امامت کی تردید پر یہ کہہ کر استدلال کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات زمانۂ جاہلیت میں حالت شرک کے اندر ظلم کیا کرتے تھے۔ ان کا یہ استدلال حد سے بڑھی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ ظالم ہونے کا دھبہ صرف اس شخص کو لگتا ہے جو ظلم ڈھانے پر ڈٹا رہے۔ جو شخص ظلم کرنے سے تائب ہو جائے اس سے یہ دھبہ زائل ہو جاتا ہے اور پھر اس پر ظلم کرنے کا حکم عائد کرنا جائز نہیں